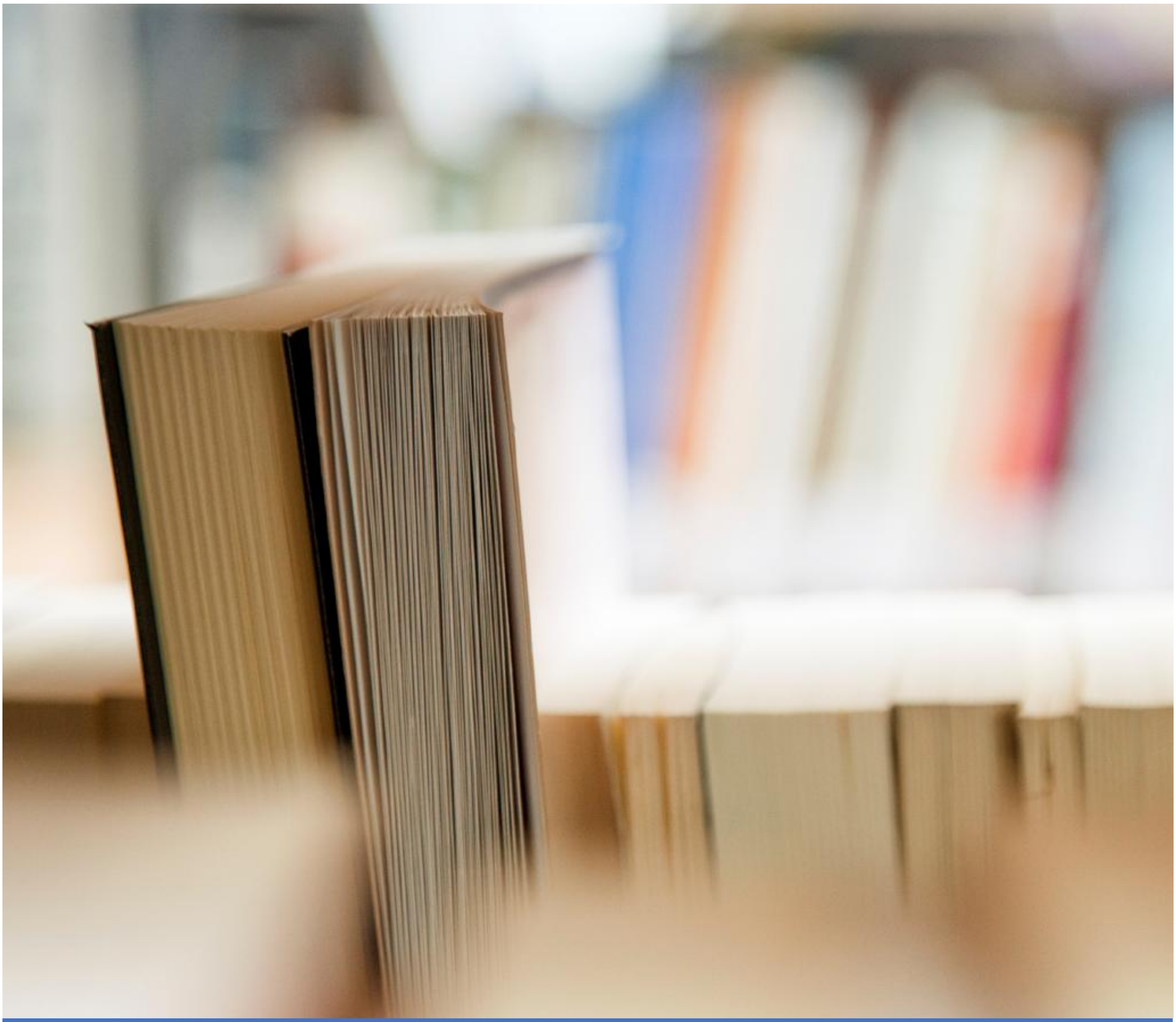

اسلامی ابتدائی مآخذ کی صداقت کا مسئلہ، ایک تنقیدی، مخطوطاتی اور تاریخ نویسانہ مطالعہ

QURANWALA 28/12/2025

دیباچہ – مصنف کا نوٹ

یہ کتاب اسلام کے ابتدائی مصادر پر کئی برسوں پر محیط، مسلسل، منہجی اور تنقیدی بنیادوں پر کی گئی تحقیق کا حاصل ہے۔ اس کا مقصد نہ اشتعال انگیزی ہے، نہ کسی کی دل آزاری، اور نہ ہی ایمانی روایتوں کو منہدم کرنا ہے، بلکہ تاریخی دعووں کو عین اُنہی معیارات پر پرکھنا ہے جو دنیا کی دیگر تہذیبوں، مذاہب اور متنی ذخائر پر لاگو کیے جاتے ہیں۔

اسلامی روایت خود کو ایک منفرد، مکمل طور پر محفوظ، بلا انقطاع اور الٰہی حفاظت میں رکھا ہُوا نظام باوَر کراتی آئی ہے۔ مگر ایسے دعوے دراصل تاریخی دعوے ہیں—اور تاریخ وراثت، تقدیس یا اجماعی قبولیت پر نہیں، بلکہ شواہد و قرائن پر چلتی ہے۔ جب قرآن، سیرت کا ادب، حدیثی مجموعے، فقہی مکاتب اور اَمارت و اقتدار کے نظریات کو جدید علمِ تاریخ کے اصولوں کے تحت جانچا پرکھا جاتا ہے تو ایک جداگانہ تصویر سامنے آتی ہے: بتدریج تشکیل، بعد ازاں کینونائزیشن، ریاستی سرپرستیاں، اور بیانیے کی منظم تخلیق—جو بنیادی طور پر عباسی دَور میں وقوع پذیر ہوئی۔

یہ مطالعہ دانستہ طور پر ایمان کی قدر و قیمت کو تاریخی تصدیق سے جدا کرتا ہے۔ کوئی متن اہلِ ایمان کے لیے مذہبی معنیٰ رکھ سکتا ہے، اور اس کے باوجود تاریخی اعتبار سے پیچیدہ، واسطہ دار اور غیر شفاف بھی ہو سکتا ہے۔ عقیدت کو دستاویزی شہادت کے ساتھ خلط ملط کرنا دراصل علمی تحقیق سے دستبرداری کے مترادف ہے۔۔۔ اس کتاب کا مرکزی مقدمہ سادہ مگر نہایت دُوررس ہے: اسلام کے بنیادی متون اور ادارے اپنی حتمی اور مقتدر شکل میں روایتی دعووں کے مقابلے میں کہیں بعد میں، اور غیر منقطع الٰہی ترسیل کے بجائے انسانی ارتقائی اور تاریخی عمل کے ذریعے تعمیر و تشکیل پائے ہیں۔

یہ تحقیق مخطوطاتی شواہد، غیر مسلم معاصر مصادر، داخلی متنی تجزیے، اور قرآن شناسی، اوائل اسلامی تاریخ اور علمِ تاریخ کے ممتاز ترین جدید محققین کے نتائج پر اُستوار ہے۔ یہ کتاب قارئین سے یہ نہیں پوچھتی کہ وہ کیا ایمان رکھیں—بلکہ یہ سوال اُٹھاتی ہے کہ آیا مروّجہ دعوے تنقیدی جانچ پر پورا اترتے بھی ہیں یا نہیں۔۔۔ اگر یہاں پیش کیے گئے نتائج ناگوار محسوس ہوں تو یہ ناگواری دشمنی سے نہیں، بلکہ دیانت داری سے جنم لیتی ہے۔ تاریخ، عقیدت کے آگے جھکتی نہیں، اور علم، روایت کے سامنے سر نہیں جھکاتا!

Early Islamic Sources and the Problem of Authenticity

اسلامی ابتدائی مآخذ کی وثاقت کا مسئلہ، ایک تنقیدی، مخطوطاتی اور تاریخ نویسانہ مطالعہ

تعارفی باب:

(پسِ منظر، اصل مسئلہ اور اس مسئلے کی تحقیق کا منہج)

اسلامی تاریخ اور قرآن کے متون کو مُروجہ مذہبی بیانیہ، صدیوں سے ایک ایسی **"مُسلّمہ حقیقت"** کے طور پر پیش کرتا رہا ہے جس پر سوال اُٹھانا نہ صرف یہ کہ ناپسندیدہ بلکہ اکثر ناقابلِ برداشت سمجھا گیا ہے۔ اس بیانیے کے مطابق اسلام ایک مکمل، واضح اور ابتدا ہی سے منظم الٰہی دینِ متین کے طور پر ساتویں صدی میں ظہور پذیر ہُوا، اور اس کی تعلیمات، متون اور تاریخی روایات بغیر کسی انقطاع کے ہم تک ہُو بہُو منتقل ہوئیں۔۔۔ جبکہ، جدید علمی تحقیقات — خصوصاً متناتی تنقید، مخطوطاتی مطالعہ، تقابلی تاریخ اور غیر اسلامی معاصر مصادر کی روشنی میں — اس موروثی تصور کو از سرِ نو جانچنے پرکھنے کی از حد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

حالیہ دہائیوں میں متعدد سنجیدہ محققین اور ماہرینِ فن نے اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ اسلامی روایات کا بہت بڑا حصہ — بالخصوص قرآن کی تدوین، سیرت اور مغازی کی تشکیل، حدیثی ذخیرے کی ترتیب، اور فقہی اور کلامی نظام کی صورت گری — دوسری اور تیسری صدی ہجری، خاص طور پر عہدِ عباسی میں، مدوّن، منظم اور مستحکم ہُوئی۔ ریاستی سرپرستی، علمی اداروں کی تشکیل، سرکاری تاریخ نویسی، اور مذہبی بیانیے کی یکساں سازی نے اس عمل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس پیچیدہ اور گمبھیر صورتحال پر ہر متجسس ذہن میں یہ سوال جنم لیتا ہیکہ اگر یہ تدوینی اور بیانیاتی عمل نہ ہُوا ہوتا تو کیا اسلام اپنی موجودہ، ہمہ گیر اور منضبط شکل میں آج محفوظ رہ پاتا؟ اس مقالے کا مقصد کسی عقیدے کی نفی یا توہین ہرگز نہیں، بلکہ تاریخِ اسلام کے آغاز کو **تائیدی تدبّر** کے بجائے **تنقیدی تدبّر** کے منہج سے سمجھنا ہے۔ یعنی مصادر کی نوعیت، زمانی فاصلے، مخطوطات کی حالت، معاصر غیر اسلامی شواہد، اور ریاستی سیاست کے اثرات کو سامنے رکھ کر ایک غیر جانبدار علمی جائزہ پیش کرنا — تاکہ قاری خود شواہد کی بنیاد پر نتیجہ اخذ کر سکے۔

📘 **قسط (1) — خلاصۂ تحقیق + مقدمہ**

خلاصۂ تحقیق ✦

مسلمانوں کی موروثی علمی روایت میں قرآن کو عموماً ایک مکمل، مرتب، محفوظ، ہر شک و شبہ سے بالاتر اور ماورائے تاریخ متن کے طور پر فرض کر لیا گیا تھا، جس کے نتیجے میں تحقیق کا دائرہ اس کی تاریخی تشکیل، تدوین کے ارتقائی مراحل اور مادّی شہادتوں کے بجائے سارے کا سارا زور ایمانی، اعتقادی، اسنادی، فقہی اور کلامی دفاع تک محدود و محصور رہا۔ اس کے برعکس جدید دور کے غیر جانبدار محققین — جیسے جان وانسبرو، پیٹریشیا کرون، فریڈ ڈونر، فرانسیس دیروش، اور گرڈ پُوئن وغیرہ — نے **سیاسی دباؤ، مذہبی فتووں، تکفیری روایت اور قتل کے خوف سے بے پرواہ** ہو کر قرآن کو ایک تاریخی اور آثاری متن کے طور پر آزادانہ پرکھا، اور پھر اس کے مخطوطات، رسم الخط، متنی اختلافات، ہم عصر غیر مسلم مصادر اور آثارِ قدیمہ کی روشنی میں متعدد سوالات کو باقاعدہ فریم کیا۔

اس جدید تحقیق کے سبب بالکل پہلی بار یہ امکان پیدا ہُوا کہ قرآن کے موجودہ متن کو اس کی ابتدائی شکلوں، تدوینی مراحل اور تاریخی فحوائے کلام کے ساتھ تقابلی طور پر جانچا اور پرکھا جائے۔ یوں، یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی علمی کاوشیں، فنی اصول و ضوابط اور ماہرانہ زاویۂ نظر کے اعتبار سے، اسلامی موروث کے طویل علمی سرمائے سے کہیں زیادہ تنقیدی، صحت مند اور تاریخ دوست ثابت ہوئی ہیں — اور یہی فرق و مشاہدہ اِس مقالے کی بنیاد اور محرک بنا۔

یہ تحقیق اسلامی مآخذ کے ابتدائی دَور کی اصل حقیقت کو جانچنے اور سمجھنے کے لئے کی گئی ہے۔ اسلام کے حوالہ سے متعدد قدیم تحریری متون کا عدمِ وجود، ابتدائی قلمی شواہد کی کمی، آثار

و قرائن کا غیاب، اور بہت بعد کے اَدوار میں اسلامی روایات کی تدوین اور تالیف نے، اس سوال کو مزید اہمیت دے دی ہے کہ **اسلامی مآخذ اپنی نسبت کے مطابق صدرِ اوّل سے کیا واقعی محفوظ و مامون چلے آرہے ہیں؟**

اِس قسط میں خاص طور پر اُن اُصولی اسلامی متون کا جائزہ لیا گیا ہے جنہیں روایت میں **"جزوِ لازم"** کا درجہ دیا جاتا ہے، جیسے:

- امام انس بن مالک کی **موطا**
- محمد بن عمر الواقدی کی **کتاب المغازی**

- محمد بن اسحاق بن یسار کی سیرۃ رسولِ اللہ

تحقیق و تنقیح سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے کسی بھی کتاب کا **اوّلین قلمی مخطوط آٹو گراف نسخہ** یا تو موجود ہی نہیں، یا پھر کئی صدیوں بعد کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کے ابتدائی ڈیڑھ سو برس میں ایک "**گہرا خلاء**" پایا جاتا ہے جو بعد میں آنے والی روایات کے ذریعے "**مصنوعی طور پر**" پورا کیا گیا۔ عباسی دَور میں ریاستی سرپرستی میں جو کچھ بھی علمی، تاریخی اور مذہبی مواد مرتب ہُوا، وہی آج "**اسلام یا اسلامی روایت**" کہلاتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اس پورے عمل کو خالص علمی اور غیر جانب دارانہ انداز میں سمجھنا اور واضح کرنا ہے۔

اس مطالعے کا نتیجہ یہ ہے کہ "**اسلامی روایت**" اور "**اسلام کی اصل تاریخ**" میں بڑا نمایاں فرق پایا جاتا ہے، اور ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم **روایتی تائیدی مناہج** کے بجائے **غیر روایتی تنقیدی منہج** کو اپنے مطالعے کی اساسی وجہ بنائیں۔

■ انسانی تاریخ میں تو تحریری آثار کی جا بجا حاضری و موجودگی ہے — جبکہ اس کے بالمقابل "اسلام" کے تحریری آثار و شواہد کا حیرت ناک حد تک فقدان ہے

انسانی ثقافت کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ **اپنے وجود، اپنی فکر، اپنے مذہب، اپنے ماحول، اپنے نظمِ اجتماعی اور اپنی عدالت و حکومت کو تحریر میں محفوظ رکھنے کا سلیقہ رکھتی ہے۔**

اسی تحریر اور اندازِ نگارش کو "**علمِ آثارِ قدیمہ**" میں **میٹیریل کلچر** کہا جاتا ہے۔ Material Culture

دنیا کی ہر قدیم تہذیب — جو واقعی وجود رکھتی تھی — اپنی ثقافت کے اعلیٰ مظاہر کے طور پر اپنے پیچھے تحریری شواہد، نوشتہ جات، مادّی قرائن، قانون نامے، ادبیات، فنونِ لطیفہ کے

نمونے اور مذہبی نسخے چھوڑ گئی ہے۔ یہی متون اُن تہذیبوں کا مصدرِ اوّل یعنی پرائمری سورس کہلاتے ہیں۔

■ دنیا کی تمام بڑی تہذیبوں کے اصل مصادر اور مادّی آثار — جن تک آج بھی ہماری رسائی ممکن ہے

(1) سومری تہذیب : (Sumerian Civilization) تقریباً 4000 قبلِ مسیح

سومری تہذیب کو بجا طور پر تاریخِ انسانی کی اوّلین تحریری تہذیب کہا جاتا ہے۔ اس تہذیب کا سب سے بڑا خاصہ یہ ہے کہ اس نے بولی کو تحریر میں منتقل کرنے کا ہنر ایجاد کیا، جس کے نتیجے میں انسانی فکر بالکل پہلی بار زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوئی۔ اس تہذیب کے تحریری مصادر اپنی اصل حالت میں:

- **سخت مٹی کی لاکھوں الواح۔ جو آج:** (Clay Tablets)

برٹش میوزیم (London)

- **لوور میوزیم** (Paris)
- **پرگامون میوزیم** (Berlin)
- **بغداد میوزیم** (Iraq Museum)

میں محفوظ اور قابلِ مشاہدہ ہیں۔

رسم الخط (Cuneiform) **کیونیفارم**

جو ابتدا میں محض نقش یا تصویر ہُوا کرتا تھا، پھر بعد میں صوت، معنیٰ اور تعبیر تمام صورتوں میں ڈھل گیا۔۔۔ مذہبی اور فکری متون کے بارے میں:

- **انلیل** (Enlil)، **انکی** (Enki) اور **تموز** (Tammuz) **نامی دیوتاؤں**
  - **دعائیہ اور مناجاتی متون**
  - **اساطیری نظمیں**

- تخلیقِ کائنات کے بیانیے
- گلگامش رزمیہ (Epic of Gilgamesh)

- جسے انسانی موت و حیات، دوستی دشمنی اور اخلاقی کشمکش پر مبنی دنیا کا قدیم ترین ادبی شاہکار مانا جاتا ہے۔

قانونی و انتظامی مصادر:

قانونِ اُور نَمو (Ur–Nammu Code)

- جو دنیا کا اولین تحریری قانون ہے:
  - جرائم، قصور
  - سزائیں
  - سماجی ذمہ داریاں

سب کچھ واضح اور مدوّن تحریری صورت میں۔

مادی آثار:

- زِگّورات (Ziggurats)

بلند مذہبی عمارتیں، جو عبادت اور ریاستی طاقت دونوں کی علامت سمجھی جاتی تھیں۔

نتیجہ: 📌 سومری تہذیب کا مذہب، قانون، ادب، فنون اور معیشت — سب کچھ براہِ راست تحریری شواہد سے ثابت ہو جاتا ہے۔

(2) مصری فرعونی تہذیب (Egyptian Civilization) :— تقریباً 3000 قبلِ مسیح

مصری تہذیب انسانی تاریخ کی وہ تہذیب ہے جس نے تحریر، فنِ تعمیر اور مذہب کو ایک ناقابلِ شکست وحدت میں سمو دیا۔۔۔ تحریری مصادر:

- ہائرو گلیفکس (Hieroglyphs)، جو
  - مندروں کی دیواروں
  - مقبروں کے ستونوں
  - اَہرام کی اندرونی گیلریوں

پر کندہ ہیں۔

- یہ نوشتہ جات:
  - بادشاہوں کی فتوحات
  - مذہبی عقائد
  - ریاستی قوانین
  - سب کچھ تحریر میں محفوظ کرتے ہیں۔

مذہبی متون:

- کتاب الموتیٰ (Book of the Dead)، جو:

بعد از مرگ، زندگی

- روح کے سفر
- اخلاقی احتساب

پر مبنی مکمل مذہبی صحیفے ہیں۔

- (Papyrus) پاپائرس پر لکھے گئے:
  - دعائیہ عبارات کے مجموعے
  - جادوئی اور مذہبی رسائل
  - تجہیز و تدفین کی ہدایات

شاہی اور سیاسی تحریریں:

- فراعنۂ مصر کے:
  - احکامات
  - اَوامر و نواہی
  - وصایا اور آخری نصیحتیں
  - شاہی فتوحات کے ریکارڈ

ٹھوس مادّی شہادات:

- اَہرامِ مصر
- وادیِ الملوک
- معابدِ کرنک اور لکسور

نتیجہ: 📌 مصری تہذیب کا ہر مذہبی، سیاسی، سماجی اور فکری پہلو اپنے زمانے کے تحریری آثار و نقوش کے بل پر آج بھی زندہ و پائندہ ہے۔

(ایک اہم نوٹ: قرآن (اور بائبل) میں مذکور ہوئے موسیٰ، اُس کے مقابل فرعون، اور یوسف—یہ تینوں بطورِ مخصوص تاریخی شخصیات—قدیم مصر کی تحریری تاریخ میں ثابت شدہ طور پر موجود ہی نہیں۔

قدیم مصر ایک غیر معمولی طور پر تحریر دوست تہذیب تھی، جس نے شاہی کتبوں، معابد کی دیواروں، پاپائرس، سرکاری فہرستوں اور مذہبی متون میں اپنے سیاسی، مذہبی، سماجی اور اجتماعی واقعات کو بڑی تفصیل اور سلیقہ مندی کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ اسکے باوجود، مصری مصادر میں نہ بنی اسرائیل کی اجتماعی غلامی کا کوئی ذکر ملتا ہے، نہ خروج یعنی اکسوڈس کا، نہ سمندر کے پھٹنے کا، نہ کسی فرعون کی فوج کے غرق ہونے کا کوئی ادنی سا ثبوت۔ اسی طرح "فرعون" ایک شاہی اور خانوادی لقب ہے نا کہ کسی کا ذاتی نام؟ مصر کے درجنوں فرعونوں میں سے آج تک کسی ایک کو بھی یقین کے ساتھ موسیٰ کا ہم عصر ثابت نہیں کیا جاسکا۔ نیز، نہ یوسف کے بارے میں کسی غیر ملکی عبرانی غلام کے مصر کا وزیر بننے کا کہیں کوئی ثبوت ہے اور نہ سات سالہ قحط کے انتظام کی کوئی آزاد مصری شہادت موجود ہے۔

چنانچہ جدید علمِ تاریخ اور مصریات کے مطابق موسیٰ، فرعونِ موسیٰ اور یوسف، تاریخی طور پر ثابت شدہ شخصیات نہیں بلکہ فقط مذہب کے تراشیدہ بیانیے ہیں)۔

نیز، سورۂ یونس 10:92 کو اکثر قرآن کا غیر معمولی تاریخی اور سائنسی اعجاز قرار دیا جاتا ہے، مگر لسانی اور تاریخی جانچ پر یہ دعویٰ ثابت ہی نہیں ہوتا۔ آیت میں "نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ" کا مفہوم زندہ بچانا یا صدیوں تک جسم کو محفوظ رکھنا نہیں، بلکہ غرق کے بعد لاش کا پانی سے باہر آجانا بھی ہو سکتا ہے۔ قرآن کسی ممی، کسی مخصوص فرعون، یا مستقبل میں دریافت ہونے والے محفوظ جسم کا کوئی صریح دعویٰ نہیں کرتا۔ مصر میں لاشوں کا محفوظ رہنا (ممی بنانا) تو ایک عام تدفینی روایت تھی،

یہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں۔ مزید یہ کہ "فرعونِ موسیٰ" کی تاریخی طور پر متعین شناخت موجود ہی نہیں، اور جن ممیوں کو اس سے جوڑا جاتا ہے اُن میں غرق ہونے کے شواہد بھی نہیں ملتے۔ لہٰذا اس آیت کو ممی کی دریافت کی پیشگی پیش گوئی کہنا در اصل بعد از واقعہ تعبیر ہے، نا کہ متن یا تاریخ سے ثابت ہونے والا کوئی معجزہ؟

(3) یونانی تہذیب (Greek Civilization): دورانیہ تقریباً 8ویں صدی ق م سے شروع ہو کر 146 ق م

یونانی تہذیب انسانی تاریخ میں عقل، منطق، فلسفہ اور تاریخ نگاری کی بنیاد رکھنے والی تہذیب ہے۔

اصل متون:

یونانی ڈراموں کے درجنوں قدیم مخطوطات

مختلف شہروں اور اَدوار کی متعدد متوازی نقول

- (Homer) الیاد و اوڈیسی ہومر
- (Hesiod) تھیوگونی ہیسیوڈ
- (Herodotus) ہیرودوتس کی تاریخ
- (Thucydides) تھیوسیڈائڈز، سیاسی و عسکری تاریخ

یہ متون:

- اصل یونانی زبان میں
- مختلف قدیم مخطوطات میں
- باہمی تقابل سے محفوظ

قانونی اور فکری مصادر:

- ایتھنز کے قوانین
- سقراط، افلاطون، ارسطو کے فلسفیانہ مکالمات
- ریاست، اخلاق اور منطق پر تحریری مباحث

مادّی آثار:

- معابد
- تھیٹرز
- بُت خانے
- سنگِ مرمر پر کندہ قوانین و ہدایات

نتیجہ: 📌 یونانی تہذیب کی تاریخ ایک آزاد، مسلسل اور خود احتسابی تحریری روایت رکھتی ہے۔

(4) رومی سلطنت (Roman Empire): دورانیہ تقریباً 753 ق م سے شروع ہو کر 476 عیسوی

رومی تہذیب، تحریری قوانین اور ریاستی نظم و نسق کی بلند ترین مثال ہے۔

تحریری مصادر:

- آئینِ روم (Roman Law)

جو آج بھی:

  - یورپی قوانین
  - جدید عدالتی اور کچہری نظام
  - کی اساس ہے۔

- رومی فرامین (Roman Edicts)

شہنشاہوں کی دستخطیں اُن کی شاہی مُہروں کے ساتھ۔

سرکاری ریکارڈز:

- مردم شماری
- ٹیکس کا حساب
- فوجی بھرتیاں
- عدالتوں کے فیصلے

مادی شواہد:

- سڑکیں
- پل اور طاقچے
- قلعے، حصار
- سرکاری عمارتیں

جن پر سرکاری تحریریں کندہ ہیں۔

نتیجہ: 📌 روم کی تاریخ، تحریری دستاویزات کی گویا ایک مسلسل اور ناقابل انقطاع زنجیر ہے۔

(5) (Ancient Indian Civilization) دورانیہ 500ق م سے 1500ق م تک

شاہی کتبے (Inscriptions)

سکّے (Coins)

بدھ اور ہندو مذہبی متون

چینی سیاحوں کی تفصیلی روداد یں

ریاستی عطیہ نامے (Copper Plate Grants

Gupta–Post Gupta دَور کے شاہی کتبے اور تانبے کی تختیاں

ہَرشَوردھن (Harsha, r. 606–647 CE)

- چالکیہ، پالَو، راشٹر کُوٹ حکمران

ان کتبوں میں:

Page | 8

- جنگوں کا ذکر
- سفارتی روابط
- مذہبی عطیات
- بیرونی اقوام کے تذکرے
- ساتویں صدی سے بھی پہلے کے سکّے آج بھی موجود
- ہندو، بدھ، شاہی القابات کندہ کیے گئے نمونے
- بدھ مت کے قلمی متون
- برہمنیکل شاستر
- جین مت کی مذہبی روایتیں
- نتیجہ: 📌 بھارتی ویدک ثقافت، دنیا کی اُن مشہور تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے، جس نے اپنی تاریخ کو پتھر کی چٹانوں، فولاد اور تانبے کی تختیوں پر تحریر، نقوش اور علامات کے ذریعے اَمر کر دیا۔

(6) (Indus Valley Civilization) دورانیہ تقریباً 1300ق م سے 3800 ق م تک:

- مُہروں، تختیوں، تصویری علامتوں، صنعتی نقشوں اور دست کاریوں کی صورت میں ہزاروں آثار
- ہڑپہ اور موہنجوداڑو محض چند نوشتہ جات یا منتشر آثار نہیں، بلکہ پورے پورے شہر ہیں جو آج بھی زمین پر سلامت ہیں۔ Primary Evidence یہی بات انہیں انسانی تاریخ میں انتہائی اہم بناتی ہے۔
- (Complete Urban Planning) مکمل شہری منصوبے
- (Grid System) باقاعدہ سیدھی سڑکیں
- رہائشی، تجارتی اور مذہبی حصوں کی واضح تقسیم
- نکاسیٔ آب یعنی ڈرینیج سسٹم جو آج کے کئی جدید شہروں سے بہتر تھا
- پکی اینٹیں، یکساں پیمائش، معیاری تعمیر
- یہ سب چیزیں اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ یہ تہذیب کوئی افسانہ نہیں بلکہ ایک حقیقی، منظم اور اعلیٰ درجے کی شہری تہذیب تھی۔
- گھریلو زندگی کے آثار
- گھروں میں غسل خانے
- پانی کے کنویں
- اناج اور غلّے کے گودام
- چولہے، ظروف، زیورات، کھلونے، دھات کے ساز و سامان
- یعنی ہمیں صرف بادشاہوں یا مذہبی طبقے کے آثار نہیں ملتے، بلکہ عام انسان کی روزمرہ زندگی کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔
- معیشت اور تجارت کے شواہد
- جن پر علامتی تحریریں اور نقوش (Seals) مہریں

- وزن اور پیمائش کے معیاری اوزار و آلات
- میسوپوٹیمیا (سومر) سے تجارتی اور ثقافتی روابط کے آثار
- بندرگاہی شہروں کے شواہد (لوتھل وغیرہ)
- اس سے واضح ہوتا ہے کہ وادیِ سندھ کی تہذیب بین الاقوامی تجارت سے جُڑی ہوئی تھی۔
- مذہب اور علامتی فکر کے آثار
- مہروں پر عبادتی مناظر
- Fertility زرخیزی کی علامتیں
- مقدس جانوروں کی تصویریں
- غالباً مذہبی تطہیر کے لیے — (Great Bath) اجتماعی غسل خانہ
- اگرچہ ان کا مذہب مکمل طور پر پڑھا نہیں جاسکا، مگر اس کا وجود آثار کے ذریعے روشن ہے۔
- بنیادی نکتہ (اہم تقابل) ■
- ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی تہذیب:
- اپنے مذہبی بانیوں کے نام نہیں بتاتی
- اپنے دیوتاؤں کی کتابیں نہیں دیتی
- اپنے اوتاروں یا پیغمبروں کی سوانح نہیں سناتی
- نتیجہ: 📌 لیکن اس کے باوجود، اس کے شہروں، گلیوں، گھروں، نالیوں، مہروں اور اوزاروں کی صورت میں اس کا وجود ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

(7) اکدی، بابلی اور آشوری تہذیبیں دورانیہ: تقریباً 2500–600 قبلِ مسیح

- (Akkadian – Babylonian – Assyrian Civilizations)
- (Code of Hammurabi) حمورابی کا اصل قانون پتھریلا ستون
- (Cuneiform Tablets) پکی ہُوئی مٹی کی ہزارہا تختیاں
- نینوا، بابل اور آشور کے کتب خانے اور لائبریریاں
- فلکیات، نجوم، طب، جادو، مذہب اور تاریخ کے تحریری ریکارڈز
- نتیجہ: 📌 یہ تہذیبیں باقاعدہ تحریری روایت رکھتی ہیں، کسی "شفہی/زبانی خلاء" کے بغیر۔

(8) ھِتّی تہذیب، دورانیہ: 1600–1200 قبلِ مسیح

(Hittite Civilization – اناطولیہ)

- (Treaties) شاہی معاہدے
- واضح، مکمل اور بآسانی پڑھی جانے والی تحریریں
- قوانین اور مذہبی نصوص
- دیوتاؤں کے نام اور اساطیری داستانیں

- پتھروں اور تختیوں پر کندہ سرکاری تحریریں
- Hittite–Egyptian Peace Treaty (دنیا کا قدیم ترین بین الاقوامی معاہدہ)

نتیجہ: 📌 ہِتّیوں کے بین الاقوامی معاہدے آج بھی اپنی اصل صورت میں سنبھال کر رکھے گئے ہیں۔

(9) (Achaemenid Persian Empire) ہخامنشی فارسی سلطنت: دورانیہ تقریباً ق م 550–330

ہخامنشی سلطنت انسانی تاریخ کی پہلی باقاعدہ عالمی سلطنت ہے، جو مشرق میں ہندوستان کے کناروں سے لے کر مغرب میں یونان اور مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس سلطنت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنی سیاسی طاقت، مذہبی تصورات، قانونی نظم و نسق اور شاہی اقتدار کو تحریر میں محفوظ کیا، اور وہ تحریری آثار آج بھی موجود، قابلِ مطالعہ اور قابلِ تصدیق و مراجعت ہیں۔

(Behistun Inscription) یہ بہیستون کتبہ ہخامنشی سلطنت کا سب سے اہم اور فیصلہ کن یعنی پرائمری سورس ہے۔

- (Darius I) یہ کتبہ داریوش اول نے تقریباً 520 قبلِ مسیح میں کندہ کروایا تھا
- یہ ایک چٹان پر کندہ ہے، جو آج بھی ایران میں موجود ہے۔
- اس میں:
  - داریوش کا نسب
  - اس کی بادشاہت کا جواز
  - بغاوتوں اور نافرمانیوں کا ذکر
  - مختلف مفتوح اقوام کی فہرست، درج ہے

سب سے اہم بات کہ یہ کتبہ تین زبانوں میں پایا جاتا ہے:

1. قدیم فارسی
2. ایلامی
3. بابلی (اکدی)

یہی کتبہ بعد میں میسوپوٹامی رسم الخط کو پڑھنے کی کنجی بنا—بالکل اُسی طرح جیسے روزیٹا اسٹون نے مصری ہائروگلیفکس کو سمجھنے میں مدد دی تھی۔ 📌

یہ خود اس بات کی شہادت ہے کہ:

ہخامنشی سلطنت نے اپنی تاریخ، اپنی پہچان اور اپنے اقتدار کو جان بوجھ کر تحریر میں محفوظ کروایا۔

شاہی فرامین اور کثیر اللسان دستاویزات، ہخامنشی شہنشاہان محض شمشیر سے حکومت نہیں کرتے تھے، بلکہ تحریری حکم ناموں کے ذریعے سلطنت چلاتے تھے۔

- شاہی فرامین و احکامات:
  - مختلف صوبوں کے لیے
  - مختلف زبانوں میں
  - مقامی رسم الخط کے مطابق جاری کیے جاتے تھے،

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ: سلطنت کے پاس وافر تعداد میں ایک منظم تحریری بیورو کریسی تھی

- کاتبین، آرکائیوز اور سرکاری ریکارڈ موجود تھا

یہی وجہ ہے کہ: ہمیں ہخامنشی دَور کے ٹیکس ریکارڈ، زمین کے احکام، اور انتظامی ہدایات تک مل جاتی ہیں۔

زرادشتی مذہبی متون—زنداوستا کی قدیم بنیاد، اگرچیکہ مکمل اوستا بعد میں مدوّن ہوئی، مگر:

- زرادشتی مذہب:
  - ہخامنشی دور میں ایک ریاستی مذہب کی حیثیت رکھتا تھا
- اس کے بنیادی تصورات:
  - اَہورا مزدا
  - حق و باطل کی کشمکش
  - اخلاقی ذمہ داری
  - داریوش اور خشایارشا کے کتبوں میں صاف نظر آتے ہیں۔

مثال کے طور پر: داریوش اپنے کتبوں میں بار بار کہتا ہے کہ "یہ سلطنت مجھے اَہورا مزدا کی مدد سے حاصل ہُوئی" اور یہ مذہبی تصور محض:

- زبانی نہیں
- بلکہ تحریری مظاہر میں محفوظ ہے

شاہی تعمیرات اور کتبے، ہخامنشی سلطنت نے:

- تختِ جمشید (Persepolis)
- سوسہ (Susa)
- پاسارگاد (Pasargadae)

جیسے عظیم الشان دارالحکومت تعمیر کیے۔ ان عمارات پر:

- بادشاہوں کے نام
- تعمیرات کی تاریخ
- استعمال شدہ اقوام
- سلطنت کی وسعت

سب کچھ کندہ تحریروں کی صورت میں درج ہے۔ اور یہ تحریریں:

- محض آرائشی نہیں
- بلکہ سیاسی اعلانات اور تاریخی ریکارڈز ہیں۔

شاہی شاہراہیں اور سنگِ میل کتبے، ہخامنشی سلطنت نے:

- ہزاروں کلومیٹر طویل شاہی سڑکیں بنائیں
- ان پر:
  - سنگِ میل
  - فاصلے

- شاہی نگرانیوں کے نشانات

تحریری صورت میں موجود تھے۔ اِن سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

ریاست نہ صرف یہ کہ جغرافیہ پر قابض تھی بلکہ

معلومات اور ریکارڈ پر بھی تصرفانہ اختیار رکھتی تھی۔

ہخامنشی فارسی سلطنت:

- اپنے بادشاہوں کے نام
- اپنے مذہبی تصورات
- اپنے سیاسی دعوؤں
- اپنے قوانین و دساتیر
- اپنے جغرافیے

سب کچھ تحریری نوشتے اور مادی شواہد کے ذریعے چھوڑ گئی۔ اسی لئے آج: داریوش اور خشایارشا تاریخی شخصیات ہیں۔

- ان کے اقوال، احکامات اور فتوحات قابلِ تحقیق ہیں

اور ان پر بحث محض عقیدوں پر نہیں بلکہ ٹھوس شواہد کی بنیاد پر ہوتی ہے، یہ مثال اس اٹل اصول کو ظاہر کرتی ہے کہ:

نتیجہ: 📌 ہر وہ تہذیب جو واقعی وجود رکھتی ہے وہ اپنے نقوش و نشانات کو، پتھر کی چٹانوں اور پکی مٹی کی الواح پر بشکلِ تحاریر چھوڑ جاتی ہے۔

(10) قدیم عبرانی/اسرائیلی تہذیب – دورانیہ: تقریباً 2500ق م سے 1000ق م کے قریب (Ancient Israelite Civilization):

قدیم اسرائیلی تہذیب اُن چند تہذیبوں میں سے ہے جن کے بارے میں مذہبی روایت، تاریخی تحقیق، آثارِ قدیمہ اور تحریری شواہد—چاروں ایک دوسرے کی تائید و توثیق کرتے نظر آتے ہیں۔ اس تہذیب کی ممتاز ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مذہب، اس کی شریعت، اس کی بادشاہت اور اس کی اجتماعی یادداشت سب تحریروں میں محفوظ ہوئی۔

(Hebrew Inscriptions) عبرانی نوشتہ جات

قدیم اسرائیلی دنیا میں عبرانی زبان محض عبادت یا وعظ تک محدود نہیں تھی، بلکہ:

- سرکاری تحریروں
- یادگاری کتبوں
- انتظامی دستاویزات
- مذہبی نصوص

میں باقاعدہ استعمال ہوتی تھی۔

- اہم مثالیں: یروشلم میں پایا جانے والا ایک عبرانی کتبہ، جو پانی کی سرنگ کی تعمیر کا ذکر کرتا ہے۔ — (Siloam Inscription) سلوان کتبہ
- فوجی اور انتظامی خطوط، جو ریاستی نظم و نسق کی تحریری روایت کو ظاہر کرتے ہیں۔ — (Lachish Letters) لخیش خطوط
- ٹیکس اور رسد سے متعلق ریکارڈ —سامریہ اوستراکا

یہ سب شواہد اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں کہ:

قدیم اسرائیلی معاشرہ ایک لکھنے پڑھنے والا تحریری معاشرہ تھا، نا کہ محض مُنہ زبانی روایت پر قائم؟

مُردہ سمندر کے طومار

(دوسری صدی قبلِ مسیح — Dead Sea Scrolls)

یہ طومار بیسویں صدی کی سب سے بڑی آثارِ قدیمہ کی دریافتوں میں شمار ہوتے ہیں۔

- یہ طومار اور کاغذ کے بنڈل:
  - دوسری صدی قبلِ مسیح سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک کے ہیں
- ان میں شامل ہیں:
  - تورات کے بڑی حد تک مکمل نسخے
  - انبیائی صحائف
  - زبورِ داؤدی
  - مذہبی قوانین
  - فرقہ وارانہ دستور (Community Rule)

اہم نکتہ: یہ طومار اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ:

عہدِ قدیم کے متون، اسلام سے کم از کم 700–1000 سال پہلے تحریری صورت میں موجود تھے۔

- ان متون کا متن وقت کے ساتھ بڑی حد تک مستحکم بھی رہا

یہ ایک براہِ راست یعنی پرائمری سورس ہے جسے آج بھی دنیا بھر کے محققین پڑھ سکتے ہیں۔ Primary Source

بادشاہوں کے فرامین، معاہدے اور قوانین، قدیم اسرائیلی ریاستی نظام میں:

- بادشاہ محض مذہبی پیشوا نہیں تھا
- بلکہ اس کا اقتدار تحریری قوانین و دستاویزات سے بندھا ہوا تھا

مثالیں:

- داؤدی اور سلیمانی دور کے معاہدات
- قبائلی اتحاد کے تحریری اصول
- مذہبی و شہری قوانین کا باقاعدہ مجموعہ

تورات میں موجود:

- بادشاہ کے اختیارات
- عوام کے حقوق
- عدالتوں کے ضابطے

سب کچھ تحریری شریعت کی صورت میں قلمبند ہے۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ: اسرائیلی مذہب، قانون اور سیاست — تینوں ایک تحریری دستور کے تابع تھے۔

(Old Testament) بائبل کے متعدد قدیم نسخے، عہدِ قدیم کے متون

- مختلف زبانوں میں محفوظ ہیں
  - عبرانی
  - یونانی (سبعینی ترجمہ)
  - آرامی
- اہم بات یہ ہے کہ یہ نسخے:
  - مختلف اَدوار
  - مختلف علاقوں
  - مختلف فرقوں

میں پائے جاتے ہیں، نیز یہ کثرت و بہتات: متن کی تاریخی ترسیل کو مزید قابلِ تحقیق بنا کر

- (Textual Criticism) یعنی متنی تنقید کو ممکن بناتی ہے

مذہب، تاریخ اور قانون — تینوں کی تحریری بنیاد قدیم اسرائیلی تہذیب میں:

- مذہب = صحائف
- قانون = شریعت
- تاریخ = بادشاہوں کی کتابیں، تواریخ، انبیائی بیانات

یہ تینوں شعبے:

- محض زبان سے کہی ہوئی روایت پر نہیں
- بلکہ تحریری متون پر اُستوار تھے۔ اِسی لئے:
- اسرائیلی تاریخ پر مباحثہ، بآسانی قابلِ عمل ہے
- اختلافات متن کی بنیاد پر حل کیے جاتے ہیں
- عقیدے کے ساتھ ساتھ تحقیق بھی ممکن ہے

قدیم اسرائیلی تہذیب:

- اپنے مذہب کو تحریر میں محفوظ کر گئی
- اپنی شریعت اور قوانینِ الٰہیہ کو قلمبند کر گئی
- اپنی تاریخ کو طوماروں اور بیانات کے مجموعوں میں چھوڑ گئی
- Primary Sources اپنے بادشاہوں کے دساتیر و قوانین کو پرائمری سورسیس میں ثبت کر گئی

یہی وجہ ہے کہ آج بھی یہ تہذیب محض عقیدے کا موضوع نہیں، بلکہ ایک مکمل قابلِ تحقیق تاریخی حقیقت ہے۔

نتیجہ: 📌 یہ مثال اس بنیادی اصول کو مضبوط تر بناتی ہے کہ جہاں تحریری آثار مسلسل موجود ہوں — وہاں تاریخ قائم ہوتی ہے اور جہاں تحریر ہی غائب ہو، وہاں سوالات و اِشکالات ناگزیر ہو جاتے اور اشتباہات سر اُٹھاتے ہیں۔

(11) قدیم چینی تہذیب جس کا دورانیہ چھ ہزار سال پر محیط ہے Shang – Zho – Han Civilization:

چینی تہذیب دنیا کی اُن چند تہذیبوں میں سے ہے جن کی تحریری شناخت نہ صرف انتہائی قدیم ہے بلکہ پیہم تسلسل بھی رکھتی ہے۔ اس تہذیب کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ اس کی

سیاسی، سماجی، مذہبی، فکری اور اخلاقی روایت، ہزاروں برس سے تحریر کے ذریعے محفوظ رہی۔

اوریکل بونز نقوش (Oracle Bones Inscriptions)

- دورانیہ: تقریباً 1600–1046 قبلِ مسیح (شانگ دور)
- یہ ہڈیاں اور کچھوے کے خول تھے، جن پر:
  - بادشاہوں کے سوالات
  - دیوتاؤں سے شگون اور فال گیری
- جنگ، فصل، بارش اور بیماریوں سے متعلق پیش گوئیاں، تحریر کی جاتی تھیں۔

اہم بات: یہ تحریریں براہِ راست اُسی زمانے اور اُسی علاقے کی زبان میں ہیں

- ان میں بادشاہوں کے نام، تاریخیں اور دیگر واقعات درج ہیں

یہ چین کی سب سے قدیم تحریری شہادات ہیں، جو آج بھی عجائب گھروں اور تحقیقی اداروں میں موجود ہیں۔

شاہی تاریخیں (Annals)، ژوو اور بعد ازاں ہان دور میں:

- باقاعدہ درباری مؤرخین مقرر کیے گئے
- ہر بادشاہ کے دور کے:
  - عام واقعات
  - اہم فیصلے
  - جنگ نامے
  - معاہدے

تحریری صورت میں محفوظ پائے جاتے ہیں۔ مثال:

- سیما چیان کی تصنیف — Shiji (Records of the Grand Historian)
- یہ کتاب چین کی ابتدائی ہزار سالہ تاریخ کو ایک مسلسل تحریری زنجیر میں پرو دیتی ہے۔

کنفیوشیس اور تاؤمت کے اقوال، قدیم متون میں، چینی مذہب، فلسفہ، علم اور حکمت:

- مُنہ زبانی روایات پر نہیں، بلکہ تحریری متون پر قائم رہا

اہم متون:

- Analects of Confucius
- Tao Te Ching
- Book of Rites

- Book of Documents

یہ تحریری متون، چینی:

- اخلاق
- سیاست
- سماج

حکمرانی

سب پر اثرانداز ہوئے۔ اہم نکتہ: یہ تحریری متون، اسلام سے کم از کم 800–1000 سال پہلے قلمبند ہو چکے تھے۔

- مسلسل درباری ریکارڈ

چین میں:

- مردم شماری
- ٹیکس
- عدالتی فیصلے
- شاہی احکامات

سب تحریری ریکارڈز کا حصہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ: چین کی تاریخ میں خلاء بہت کم ہے، اور جہاں اختلاف ہے وہاں متن موجود ہے۔

نتیجہ: 📌 چینی طرزِ معاشرت یہ ثابت کرتی ہے کہ ایک زندہ تہذیب اپنی یادداشت کو تحریروں میں محفوظ رکھتی ہے، زبانی روایت کبھی بھی اس کی مرکزی شناخت نہیں بنتی۔

(12) مایا، ازٹیک اور اِنکا تہذیبیں (Maya, Aztec & Inca Civilizations — Americas):

یہ تہذیبیں اس لحاظ سے نہایت اہم ہیں کہ:

- ان کے پاس ابجدی زبان اور رسمُ الخط کا کوئی تصور نہیں تھا
- مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے مذہب، وقت، تاریخ اور اقتدار کو محفوظ کرنے کے انوکھے طریقے ایجاد کر لیے

(الف) مایا تہذیب:

مایا کوڈیکس (Maya Codices)

- یہ کتابیں دراصل:
  - درخت کی چھال پر (bark paper) لکھی گئیں
  - تصویری و علامتی رسم الخط میں تھیں

اہم کوڈیکس:

- Dresden Codex
- Madrid Codex
- Paris Codex

ان میں شامل ہیں:

- فلکیاتی حساب
- نجوم کی نقل و حرکت
- تقویم، جنتری
- مذہبی رسومات
- دیوتاؤں کی کہانیاں

یہ سب پری کولمبیان پرائمری سورسیں ہیں۔Pre-Columbian Primary Sources 📌

پتھر کی چٹانوں پر کیلنڈر اور مذہبی تحریریں

- مایا شہروں میں:
  - دیوہیکل پتھریلے کیلنڈر
  - تاریخ وار کتبے
  - بادشاہوں کے نام اور فتوحات

یہ سب تحریری شہادتیں ہیں، اگرچیکہ یہ حروف کی بجائے علامتیں ہیں۔

(ب) ازٹیک تہذیب:

- ازٹیک معاشرہ:
  - (Pictorial Codices) تصویری مخطوطات استعمال کرتا تھا
- مذہبی قربانیاں
- دیوتاؤں کے لئے چڑھاوے
- بادشاہوں کے نسب نامہ
- جنگی فتوحات

سب کچھ تصویری تحریروں میں محفوظ تھا۔

(ج) اِنکا تہذیب:

اگرچیکہ اِنکا کے پاس بھی باقاعدہ رسم الخط نہیں تھا، مگر:

Quipu system گرہوں والی رسیوں کے ذریعے:

- مردم شماری
- ٹیکس کی وصولی
- پیداوار کی مقدار
- انتظامی معلومات

محفوظ کی جاتی تھیں۔ یہ عام تحریر کی جگہ ایک غیر ابجدی مگر منظم اور موزوں شکل تھی۔

- مجموعی نتیجہ: 📌 (مایا، ازٹیک اور اِنکا) یہ تہذیبیں ثابت کرتی ہیں کہ: تحریر، صرف حروفِ ہجاء کا نام نہیں، بلکہ انسانی ذہن اپنی یادداشتوں کو محفوظ کرنے کا کوئی نہ کوئی
- طریقہ ضرور نکال لیتا ہے۔ حتیٰ کہ: وہ تہذیبیں بھی جو حروف ایجاد نہ کرپائے، انہوں نے تک پتھر اور لکڑی پر تصویری علامتوں اور نقوش و نشانات کے ذریعے اپنی تاریخ کو قید کرلیا۔

(13) ایلامی تہذیب دورانیہ: 2700–539 قبلِ مسیح

(موجودہ ایران کا جنوب مغرب — Elamite Civilization)

- ایلامی رسم الخط (Linear Elamite, Cuneiform)
- شاہی کتبے، معاہدے، مذہبی نوِشتے
- سوسہ (Susa) جیسے شہروں میں آج بھی ہزاروں تختیوں کا وجود

نتیجہ: 📌 میسوپوٹیمیا کے ہم عصر، مکمل قلمی و تحریری روایات کے ساتھ۔

(14) فونیقی تہذیب دورانیہ: 1500–300 قبلِ مسیح

(ساحلی شام و لبنان — Phoenician Civilization)

- مفرد حروف میں دنیا کا اولین ابجدی رسم الخط (Alphabet)
- بحری تجارت، معاہدے، قبری کتبے
- یہی تہذیب، یونانی اور لاطینی رسم الخط کی بنیاد بنی

نتیجہ: 📌 علمِ تحریر کے ارتقاء میں سب سے پہلا فیصلہ کُن کردار۔

(15) آشوری تہذیب دورانیہ: 1400–600 قبلِ مسیح

(Assyrian Civilization)

- شاہی کتبے، جنگی سال نامے
- نینوا کی شاہی لائبریری (Library of Ashurbanipal)
- پکی ہُوئی مٹی کی ہزاروں تختیاں

نتیجہ: 📌 ریاست، مذہب، ثقافت اور تاریخ سبھی کچھ تحریر میں محفوظ۔

(16) بابلی تہذیب دورانیہ: 1900–500 قبلِ مسیح

(Babylonian Civilization)

- ضابطہ حمورابی (Code of Hammurabi)
- فلکیات، قانون، مذہب اور رسم و رواج پر تحریری متون
- روزمرہ کے لین دین تک بھی قلم بند

نتیجہ: 📌 یہ اُن تہذیبوں میں سے ہے جو قانون کی تاریخ کا بنیادی ستون بنی۔

(17) یورارتو تہذیب دورانیہ: 900–600 قبلِ مسیح

(آرمینیا و مشرقی اناطولیہ — Urartian Civilization)

- شاہی کتبے، قلعوں اور حصاروں پر تحریریں
- مذہبی اور عسکری ریکارڈز

نتیجہ: 📌 اگرچہ یہ چھوٹی ہے، مگر واضح تحریری شناخت کہلاتی ہے۔

- (18) نبطی تہذیب دورانیہ: 400 قبلِ مسیح تا 106 عیسوی

(پیٹرا، اُردن — Nabataean Civilization)

- نبطی-آرامی تحریریں
- قبور کے کتبے، معاہدوں کے دستاویز، مذہبی نوشتے

- نتیجہ: 📌 یہی تہذیب موجودہ عربی رسم الخط کی اساس اور ارتقائی کڑی بنی، یعنی صحراء میں بھی تحریر زندہ رہی

(19) کارتھیجینی تہذیب : دورانیہ: 800–146 قبلِ مسیح

(شمالی افریقہ — Carthaginian Civilization)

- فونیقی زبان میں کتبے
- تجارتی معاہدات کے دستاویز
- مذہبی رسوم و مناسک پر لکھے ہوئے نوشتے

نتیجہ: 📌 یہ وہ تہذیب ہے جس کے پاس روم کے ساتھ تصادم کی تحریری شہادتیں بھی ہیں۔

(20) کلتی تہذیب دورانیہ: 800–100 قبلِ مسیح

(یورپ — Celtic Civilization)

- رسم الخط (Ogham) اوگھم
- قبور کے کتبے
- علاقائی رسوم ورواج پر لکھے گئے نوشتے

نتیجہ: 📌 یہ اگرچہ ایک غیر مرکزی تہذیب ہے مگر یہاں بھی تحریری ثقافت موجود رہی۔

(21) ایتھروسکن تہذیب دورانیہ: 800–300 قبلِ مسیح

(قبل از روم، اٹلی — Etruscan Civilization)

- مذہبی رسوم پر نوشتے
- قانونی امور پر کتبے
- جس کا رومی قانون اور مذہب پر بڑا اثر پڑا

- نتیجہ: 📌 روم اور اٹلی سے بھی پہلے کی یہ ایک تحریری ریاست تھی۔

(22) اکسمی (حبشی) تہذیب دورانیہ: 100–900 عیسوی

(ایتھوپیا — Aksumite Civilization)

- رسم الخط (Ge‘ez) گعز
- شاہی سکے
- قبور کے کتبے
- مذہبی متون کے مجموعے

نتیجہ: 📌 یہ تہذیب، افریقہ میں ایک مضبوط ترین تحریری روایت کی شروعات بنی۔

📘 قسط (2) — **اب یہاں ایک اہم تقابل اور مرکزی نکتہ:**

دنیا کی ان تمام تہذیبوں میں یہ قدر، مشترک رہی ہیکہ، یہ سب اپنے زمانے میں لکھا گیا ٹھوس مادّی مواد چھوڑ گئیں ہیں، جسے آج کی علمی دنیا پرائمری/اور یجنل سورسیس کہتی ہے۔

جب سبھوں نے اپنے مذہب، قانون، سماجی رواج اور تاریخ کو باقاعدہ قلمبند کیا ہے تو پھر

جامع ترین نتیجہ: 📌 ان تمام مثالوں سے یہ بات، تاریخی طور پر پوری طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ: ابجدی تحریریں ہوں یا علامتی نقوش، یہی وہ مواد ہے جو کسی بھی تہذیب کا امتیازی نشان اور اس کے وجود کی پہچان بنتا ہے۔۔۔ چنانچہ سوال صرف اِتنا نہیں کہ اسلامی مصادر کیوں بعد میں ملتے ہیں؟ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ:

جب دنیا کی تقریباً ہر چھوٹی بڑی تہذیب نے اپنے آغاز اور صدرِاول کے آثار و قرائن کو ٹھوس انداز میں ہزاروں سال سے سنبھال کر رکھا، تو ساتویں صدی، کوئی زیادہ پرانا زمانہ تو

نہیں، اس زمانے کے عربی مذہبی اوت ثقافتی نظام کے ابتدائی تحریری آثار، آخر کیوں ناپید ہیں؟

یہ سوال: نہ توہین ہے، نہ تحقیر ہے، نہ تعصب ہے اور نہ کوئی الزام تراشی ہے، بلکہ یہ علمِ تاریخ کا بنیادی اور ناگزیر تقاضا ہے۔

ساتویں صدی کا وہ الہامی اور فکری نظام، جو خود کو "آخری، عالمی، آفاقی اور ابدی" باوَر کراتا ہے اپنے ابتدائی ڈیڑھ دو سو برس کا کوئی براہِ راست تحریری ثبوت کیوں نہیں چھوڑ سکا؟

- ■ علمی خلاصہ (One-paragraph Conclusion)

دنیا کی ہر معروف تہذیب اپنی تحریری یادداشتوں کے ذریعے جانی پہچانی جاتی ہے جبکہ:

اسلام اکیلا ایسا مذہبی اور تمدنی نظام ہے جس کی شروعاتی تاریخ، قانون، سیرت اور مذہبی نصوص، براہِ راست معاصر تحریری شہادات سے یکسر محروم ہیں۔

یہ خلاء محض کوئی اتفاق نہیں بلکہ تاریخ نویسانہ تحقیق کا ایک کلیدی مسئلہ ہے، اس خلاء کو مجرد ایمانیات سے نہیں بلکہ ٹھوس مادّی شواہد سے پُر کیا جانا چاہئے۔

قرآن مجید — اسلام کی اصل اُلاصول اور اس کے تاریخی متن کا مسئلہ (1) ۞

اسلامی روایت کے مطابق قرآنِ مجید کو اسلام کی اصل اُلاصول، سرچشمۂ ہدایت اور پورے مذہبی نظام کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا جاتا ہے۔ ایمان، شریعت، عبادات، اخلاقیات اور قانون،

سب کچھ اسی متن پر موقوف سمجھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر یہ توقع بالکل فطری اور بدیہی ہے کہ قرآن کا "**قدیم ترین متن**" دیگر عالمی مذاہب کے صحیفوں کی طرح **اپنی اصل، مستند اور براہِ راست تاریخی صورت** میں محفوظ ہو۔ لیکن جب قرآن کے معاملے کو **تاریخی و متناتی تنقید** کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ایک نہایت سنجیدہ اور پریشان کُن صورتِ حال سامنے آتی ہے۔

قرآن کا کوئی اوّلین، مستند اور مکمل مخطوط موجود ہی نہیں (1)

دیگر مذاہب کے برعکس:

- Dead Sea Scrolls(یہودیت کے پاس (قبلِ مسیح صدیوں کے)
- Codex Sinaiticus, Vaticanus مسیحیت کے پاس
- بدھ مت کے پاس گندھاری زبان میں **گندھارا متن**
- **ٹیکسلا، پوٹھوہار اور سوات سے ملنے والی قدیم کتب**
- وید مت کے پاس **قدیم ویدک نسخے**
- **ان ویدوں کے علاوہ، ہندو مت کے پاس اُپنشد، رزمیہ تاریخ، پران، فقہی متون، فلسفیانہ سوترا، اور آثارِ قدیمہ پر مشتمل ایک مسلسل، متنوع اور قدیم تحریری روایت موجود**
- **ہے—جس کے متعدد اصل مخطوطات آج بھی دستیاب ہیں۔**

لیکن قرآن کے بارے میں یہ ایک **ناقابلِ تردید حقیقت** ہے کہ:

نہ نبیؐ کا کوئی ذاتی مصحف محفوظ ہے ❌

نہ حضرت حفصہ کا مصحف ❌

نہ حضرت ابوبکر کے زمانے کی تدوین ❌

نہ حضرت عثمان کے جاری کردہ مصاحف میں سے کوئی اصل نسخہ ❌

نہ حضرت علی سے منسوب کوئی مستند مخطوط ❌

نہ ساتویں صدی عیسوی کا کوئی **مکمل قرآن** ❌

آج دنیا کے کسی میوزیم، کسی کتب خانے یا نجی ذخیرے میں **ایک بھی ایسا مکمل قرآن موجود نہیں** جسے بلاواسطہ پہلی اسلامی صدی سے منسوب کیا جا سکے!

<u>قدیم ترین دستیاب قرآنی مواد: نوعیت اور حدود (2)</u>

جو مواد عموماً **"قدیم ترین شواہد"** کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، وہ درحقیقت **ٹکڑوں، جزوی صفحات اور ناقص و نا تمام مخطوطات** پر مشتمل ہے:

■ Birmingham Fragments (568–645 CE)

- صرف چند آیات پر مشتمل
- کوئی مکمل قرآن نہیں
- فنِ تاریخ نگاری کے مطابق **کھال پر لکھی گئی ممکنہ طور پر بعد کی لکھائی**

■ Palimpsest صنعاء

- متون کو مٹا کر اور دھو کر، دوبارہ لکھی گئی عبارتیں
- نیچے اور اوپر کے متون میں فروق و اختلافات
- خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن **تغیرات اور تبدیلیوں سے گزرتا رہا**

■ Parisino–Petropolitanus

- نامکمل
- رسم الخط مختلف

- کئی مقامات پر لفظی اور کتاباتی فروق

■ Topkapi اور Samarkand Codices

- عام طور پر یہ نسخے "عثمانی" کہے جاتے ہیں
- مگر جدید تحقیق کے مطابق:
  - یہ سب عباسی دور یعنی **(8ویں–9ویں صدی)** کی پیداوار ہیں
  - یہ نہ تو مکمل ہیں
  - نہ حروف و کلمات میں یکساں ہیں
  - اور نہ اِن کے درمیان لفظی مطابقت ہے

نتیجہ: 📌 یہ سب مخطوطات **بہت بعد کے زمانوں کے، غیر مکمل، غیر یکساں اور دِگرگوں نسخے ہیں**—نا کہ اصل متن کا کوئی شفّاف آئینہ؟

قرآن اور اِسناد کا بنیادی فرق: حدیث بمقابلہ قرآن (3)

یہاں ایک نہایت اہم مگر عموماً نظر انداز کیا جانے والا نکتہ سامنے آتا ہے:

◆ **حدیث کے پاس باقاعدہ اِسنادی نظام موجود ہے**

ہر روایت کہتی ہے کہ:

"...مجھ سے فلاں نے بیان کیا، اُس سے فلاں نے" مگر

◆ **قرآن کے پاس ایسی کوئی اِسنادی سلسلہ وار زنجیر نہیں**

- نہ صحابہ نے قرآن کی آیات کے لیے اسناد و حجّت کا کوئی نظم بنایا تھا
- نہ تابعین نے
- نہ تبع تابعین نے
- نہ پہلی دو صدیوں میں کسی نے بھی، چنانچہ

Codex قرآن، اِسنادی سلسلہ وار روایت کے طور پر نہیں **بلکہ ایک (مصحفی متن) کے طور پر پھیلا اور ہم تک پہنچا۔**

"تـواتُـر" اور "عرضه أخيره"—بعد کے زمانے کی ایک عقیدتی تشکیل" (4)

علمائے اسلام، عام طور پر قرآن کی حفاظت اور اس کی موجودہ ہیئت و ترتیب کو توقیفی یعنی (اللہ اور جبرئیل سے مصدقہ) جتانے کے لیے دو روایتی تصورات پیش کرتے ہیں:

■ **تواتُر**

■ **عرضۂ اخیرہ**

لیکن جدید تاریخی تحقیق اس کی یکسر نفی کرتی ہے اور واشگاف طور پر بتاتی ہے کہ:

- یہ تصورات **تیسری اور چوتھی صدی ہجری** میں خاص طور پر ایجاد کیے گئے
- پہلی ڈیڑھ صدی میں ان کا کہیں کوئی ذکر تک نہیں ملتا
- یہ تصورات **کوئی تاریخی شہادت نہیں بلکہ اعتقاد کے دفاعی اور جوازی بہانے ہیں**

اس کا صریح مطلب یہ ہُوا کہ: قرآن کی حفاظت وصیانت کا دعویٰ **محض عقیدے پر مبنی ہے، تاریخی شہادت پر نہیں!**

یاد رہے کہ قرآن کی واحد اور حقیقی اِسناد: صرف مخطوطات ہیں، نا کہ رجال؟ (5)

Manuscript Studies عصری قرآنی تحقیقات کے بعد اِس بات پر تقریباً اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ:

قلمی مخطوطات = قرآن کی اصل اور واحد قابلِ تحقیق سند ہیں ✓

نہ راوی، نہ حافظ، نہ قاری، نہ تواتر اور نہ اسنادی دعوے ❌

لیکن یہ مخطوطات بھی جب:

- نا تمام و نامکمل ہوں
- آپس میں مختلف اور بے میل ہوں
- بعد کے زمانوں سے تعلق رکھتے ہوں

تو، **اصل متن یعنی آٹوگراف** تک رسائی ممکن ہی نہیں رہتی۔

حتمی طور پر علمی اور تاریخی نتیجہ (6)

Original قرآن کے کسی اوّلین، مکمل اور مستند آٹوگراف کی عدمِ موجودگی، اس کے نزولی، تدوینی اور تاریخی بیانیے کو **معلق اور ناقابلِ تصدیق** بنا دیتی ہے۔

Autograph

کیونکہ: جب تک اصل متن میسر و دستیاب نہ ہو، موجودُالوقت متن کا اپنے اور یجنل آٹوگراف سے تقابل و موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ محض عقیدے کا مسئلہ نہیں، بلکہ **علمِ تاریخ اور متناتی تنقید کا اصولی اور کلیدی سوال** ہے۔

اختتامی علمی جملہ (Academic Punchline)

موجودہ قرآن، ایمان والوں کے لئے تو مستند کتاب ہو سکتی ہے، مگر تاریخ کی بے رحم کسوٹی پر اس کا متن آج بھی بے اصل، بے سند اور بیچ ادھر کھڑا ہے!

حوالہ جاتی فٹ نوٹس (Footnotes)

1. John Wansbrough, *Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation*, Oxford University Press, 1977.

قرآن کی تدوین، متناتی ارتقاء اور بعد از نزول تشکیل پر بنیادی اور کلاسیکی تحقیقی کام۔ ↲

2. Patricia Crone & Michael Cook, *Hagarism: The Making of the Islamic World*, Cambridge University Press, 1977.

ابتدائی اسلامی بیانیے اور بعد کی تدوینی تشکیل پر تنقیدی مطالعہ۔ ↲

3. François Déroche, *The Qurʾan: A New Introduction*, Yale University Press, 2014.

قرآنی مخطوطات، رسم الخط، اور متناتی تنوع پر جدید اور مستند تحقیق۔ ↲

4. Behnam Sadeghi & Mohsen Goudarzi,
"Ṣanʿāʾ 1 and the Origins of the Qurʾan", *Der Islam*, Vol. 87 (2012).
صنعاء پالمسیسٹ اور متناتی اختلافات پر اہم مقالہ۔ ↳

5. Keith Small, *Textual Criticism and Qurʾān Manuscripts*, Lexington Books, 2011.
قرآنی متن کے مابین اختلافات اور مخطوطاتی شہادتوں کا منظم جائزہ۔ ↳

6. Gerd R. Puin,
"Observations on Early Qurʾan Manuscripts in Sanʿāʾ", in *The Qurʾan as Text*, Brill, 1996.
صنعاء کے مخطوطات میں تغیرات اور عدمِ استحکام پر تحقیق۔ ↳

7. David Thomas & Barbara Roggema (eds.),
Christian–Muslim Relations: A Bibliographical History, Brill.
ابتدائی غیر مسلم مصادر میں قرآن و اسلام کے ذکر کی نوعیت۔ ↳

8. Fred M. Donner, *Muhammad and the Believers*, Harvard University Press, 2010.
ابتدائی اسلامی تحریک اور بعد کی فقہی و عقیدتی تشکیل کے فرق پر تحقیق۔ ↳

9. Arthur Jeffery, *Materials for the History of the Text of the Qurʾān*, Brill, 1937.
مختلف قرآنی مصاحف، قراءات اور متناتی اختلافات پر بنیادی ماخذ۔ ↳

10. Nicolai Sinai, *The Qurʾan: A Historical–Critical Introduction*, Edinburgh University Press, 2017.
قرآن کے تاریخی پس منظر، متن، اور تشکیل پر جدید تنقیدی مطالعہ۔ ↳

11. Yehuda D. Nevo & Judith Koren, *Crossroads to Islam*, Prometheus Books, 2003.
ابتدائی اسلامی تاریخ میں تحریری شواہد کی کمی پر بحث۔ ↳

12. Harald Motzki (ed.), *The Biography of Muhammad: The Issue of the Sources*, Brill, 2000.
اسلامی مصادر کی زمانی تاخیر اور سندی مسائل کا تجزیہ۔ ↳

13. Shady Hekmat Nasser, *The Transmission of the Variant Readings of the Qurʾān*, Brill, 2012.
قراءات، تواتر اور اسنادی نظام کی بعد ازاں تشکیل۔ ↳

14. Jonathan Brown, *Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World*, Oneworld, 2009.

حدیث اور قرآن کے اسنادی فرق پر علمی وضاحت۔ ↵

15. Angelika Neuwirth, *The Qur'an and Late Antiquity*, Oxford University Press, 2019.

قرآن کو Late Antique مذہبی ماحول میں رکھنے کی جدید علمی کاوش۔ ↵

مختصر علمی نوٹ:

جدید قرآنی مطالعات میں اب یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ قرآن کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے عقیدتی دعووں کے بجائے مخطوطات، رسم الخط، اور متناتی شواہد ہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

📘 قسط (3) — **ذخیرۂ حدیث:**

—اسلام کا دوسرا بڑا اور اہم ترین ستون (2)۞

صحیح البخاری — محمد بن اسماعیل البخاری (وفات 256ھ) (1)

حقیقت:

- امام بخاری کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا (autograph)

یا ان کی زندگی میں تیار شدہ مکمل مخطوط، دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔

آج جو نسخے دستیاب ہیں وہ:

  - تیسری/چوتھی صدی ہجری کے بعد کے ہیں
  - امام بخاری کے شاگردوں اور بعد کے ناسخین کی نقلیں ہیں
  - مختلف روایتوں (روایۃ الفربری، روایۃ الحموی وغیرہ) پر مبنی ہیں

اہم نکتہ:

- موجودہ صحیح البخاری، دراصل اسنادی روایت کے طور پر یعنی راویوں کی زنجیر کے ذریعے ہم تک منتقل ہوئی ہے نا کہ کسی ایک محفوظ مرکزی مخطوط کے ذریعے سے؟
- نتیجہ: صحیح بخاری کا کوئی بھی اصل، اوّلین یا ہم عصر مخطوط موجود نہیں، اور یہ ایک مُسلّمہ اور متفقہ علمی حقیقت ہے!

تاریخ الأمم والملوک — محمد بن جریر الطبری (وفات 310ھ) (2)

حقیقت:

- امام طبری کی تاریخ کا بھی:
  - کوئی آٹوگراف autograph
  - کوئی ہم عصر مکمل مخطوط

آج دستیاب نہیں۔

- موجودہ نسخے:
  - چوتھی/پانچویں صدی ہجری اور اس کے بھی بعد کے ہیں
  - یہ نسخے مختلف شہروں (بغداد، دمشق، قاہرہ) میں نقل ہوئے
  - متن کے درمیان واضح اختلافات اور عدم تطابق پائے جاتے ہیں

اہم نکتہ:

- امام طبری خود اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

میں نے وہی روایت نقل کی ہے جو مجھ تک پہنچی تھی،"

چنانچہ، اس کی ذمہ داری راوی پر ہے، مجھ پر نہیں، یعنی یہ کتاب تنقیدی تاریخ نہیں بلکہ محض روایات کا مجموعہ ہے۔

نتیجہ: طبری کی تاریخ کا بھی کوئی اصل قلمی نسخہ آج کہیں بھی محفوظ نہیں۔

السیرۃ النبویۃ — عبد الملک ابن ہشام (وفات 218ھ) (3)

حقیقت:

- ابن ہشام کی اپنی کتاب کا بھی
  - autograph کوئی آٹوگراف
  - کوئی ہم عصر قلمی مخطوط

آج دنیا میں موجود ہی نہیں۔

- مزید یہ کہ:
  - ابن ہشام کی یہ کتاب دراصل ابن اسحاق کی گم شدہ مواد کی تشکیلِ نَو ہے
  - ابن ہشام خود اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے:
    - بہت سارا مواد حذف کر دیا
    - کئی چیزیں جو "قبیح اور نامناسب" تھیں اُنہیں نکال دیا
    - متن کو نئے اسلوب میں از سرِ نَو مرتب کیا

اہم نکتہ:

- یہاں اصل متن (ابن اسحاق) بھی گم شدہ
- اور نیا مدوَّن متن (ابن ہشام) بھی ترمیم شدہ

نتیجہ: السیرۃ النبویۃ کسی بھی صورت میں براہِ راست اوّلین تاریخی شہادت نہیں کہلا سکتی۔

مطلب یہ کہ، اسلامی عمارت کے پیل پایے سمجھے جانے والے اِن تینوں حضرات کی کوئی بھی اصلی قلمی مخطوط کتاب آج دنیا بھر میں کہیں نہیں پائی جاتی۔

نتیجہ: 📌 Secondary / Tertiary Sources اِس صورتحال کو علمی دنیا میں "ثانوی یا ثالثی مصادر" کہا جاتا ہے۔ مصدرِ اوّل ہرگز نہیں!!!

(Primary Manuscripts & Transmission of Early Islamic Texts)

صحیح بخاری — مخطوطات اور ترسیل (1)

1. Jonathan Brown

Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World

Oneworld Publications, 2009

کی عدم موجودگی پر واضح بحث۔ autograph بخاری کی اسنادی ترسیل، شاگردوں کی روایات، اور ▶

2. Harald Motzki

The Origins of Islamic Jurisprudence

Brill, 2002

حدیثی مجموعات کے تدوینی مراحل اور بعد ازاں مرتب ہونے والے متون کی وضاحت۔ ▶

3. G.H.A. Juynboll

The Authenticity of the Tradition Literature

Brill, 1981

پر تنقیدی مطالعہ۔ transmission history بخاری سمیت حدیثی کتب کے ▶

تاریخ الامم والملوک—طبری (2)

4. Chase F. Robinson

Islamic Historiography

Cambridge University Press, 2003

مخطوطات کے فقدان پر علمی تجزیہ۔ autograph طبری کی تاریخ، اس کے مصادر، اور ▶

5. Franz Rosenthal (Translator & Editor)

The History of al-Ṭabarī (SUNY Series)

State University of New York Press

دیباچہ میں واضح کیا گیا ہے کہ متن بعد کے مخطوطات پر مبنی ہے۔ ▶

6. Hugh Kennedy

The Prophet and the Age of the Caliphates

Routledge, 2004

ابتدائی اسلامی تاریخ کے متون کی تدوینی نوعیت پر گفتگو۔ ▶

السیرۃ النبویۃ—ابن ہشام/ابن اسحاق (3)

7. Alfred Guillaume

The Life of Muhammad (Translation of Ibn Ishaq/Ibn Hisham)

Oxford University Press, 1955

مترجم کے مقدمے میں اصل ابن اسحاق متن کے فقدان اور ابن ہشام کی ترمیمات کا اعتراف۔ ▶

8. Patricia Crone

Meccan Trade and the Rise of Islam

Princeton University Press, 1987

سیرت کے دیرینہ ماخذ ہونے پر سوالات۔ ▶

9. Michael Cook

Muhammad

Oxford University Press, 1983

سیرت کے ماخذوں کی زمانی تاخیر اور تاریخی مسائل پر مختصر مگر مؤثر بحث۔ ▶

(Manuscripts & Early Islamic Textual History) عمومی (4)

10. François Déroche

The Qur'an: A New Introduction

Edinburgh University Press, 2019

ابتدائی اسلامی مخطوطات اور متن کی ترسیل کے اصول۔ ▶

11. John Wansbrough

Quranic Studies

Oxford University Press, 1977

اسلامی متون کے تدریجی ارتقاء اور تدوینِ نو پر کلاسیکی مطالعہ۔ ▶

12. Fred M. Donner

Narratives of Islamic Origins

Darwin Press, 1998

ابتدائی اسلامی بیانیے اور ان کے late crystallization پر تحقیقی بحث۔ ▶

جدید علمی تحقیق کے مطابق: صحیح بخاری، تاریخ الطبری اور السیرۃ النبویۃ جیسی اہم اسلامی اُمّہاتُ الکُتب، مصنفین کے ہاتھ کے لکھے ہُوئے یا ہم عصر مخطوطات محفوظ نہیں رہے،
اور یہ متون بہت بعد کی صدیوں میں اِسنادی، تدوینی اور نقل نویسی کے مَراحل سے گزر
کر اپنی موجودہ شکل میں آج ہمارے پاس ہیں۔

(Brown 2009; Robinson 2003; Guillaume 1955)

سیرتِ ابنِ اسحاق اور تاریخِ طبری (3) ۞

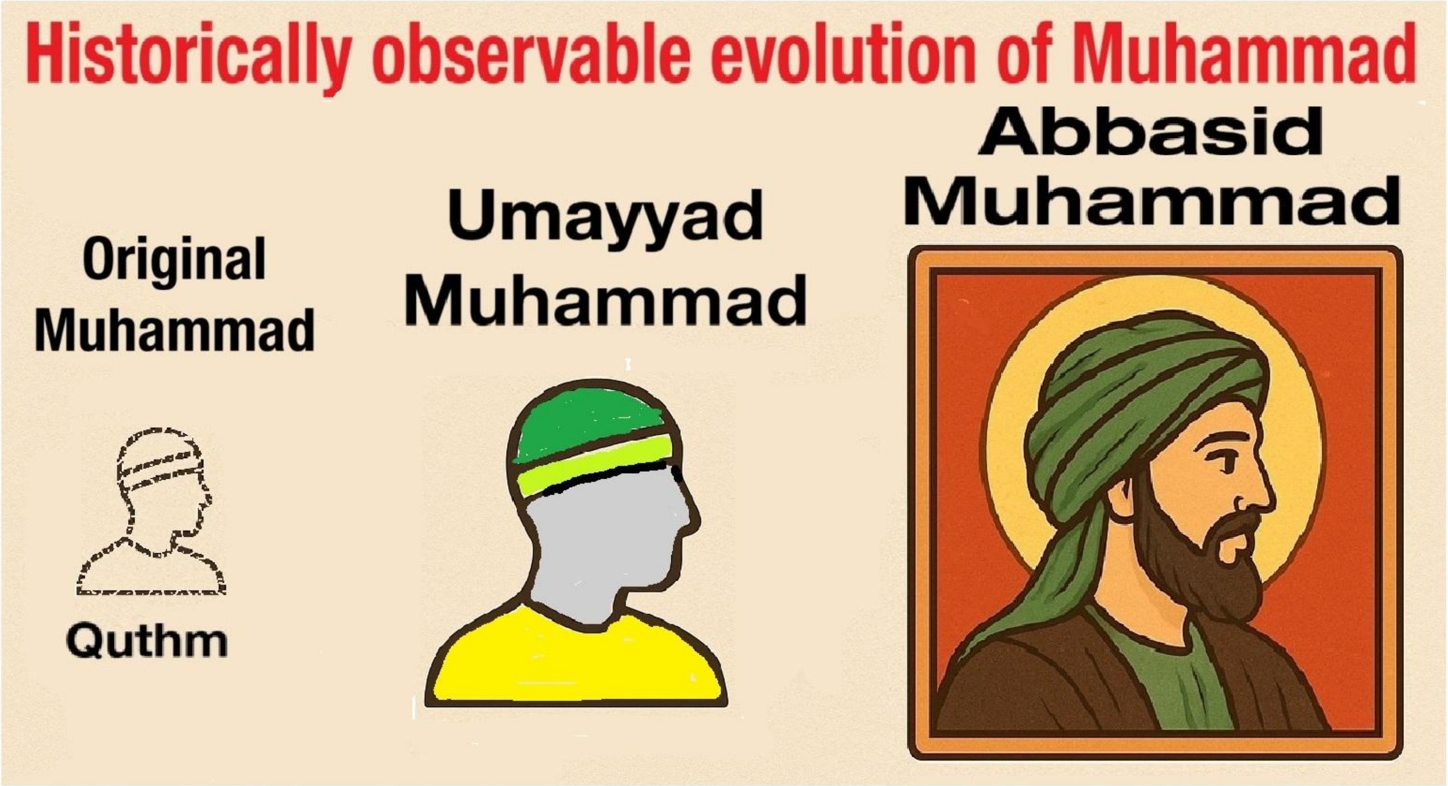

اسلام نامی عمارت کی بنیاد جس سیرت پر کھڑی ہے اس کے متعلق حیرت انگیز انکشافات!

ابن اسحاق (محمد بن اسحاق بن یسار) کی اصل کتاب کہیں نہیں ❌

اولین مدوّنہ کہلانے والی تاریخی روداد جو کچھ ہے وہ سب "ابنِ ہشام کی اپنی طرف سے ترمیم و تبدیل شدہ روایت" ہے، اور وہ بھی اُس کے اپنے زمانے کا اصل نسخہ نہیں ❌

(Al-Tabari) طبری کے اپنے زمانے کی اصل تحریر بھی موجود نہیں ❌

ابتداء میں محمد ایک دھندلے اور کم تفصیلی کردار تھے؛ اُموی دَور میں محض ایک سیاسی حوالہ؛ اور عباسی عہد میں اُنہیں سیرت، حدیث، معجزات اور قانون کی بھاری تہوں تلے دنیا کا مقدس ترین دیوتا بنا دیا گیا۔ تاریخ میں جو محض انسان تھا، اسے سیاسی طاقت نے اعتقادات کی افسانوی دیو کتھا میں بدل دیا۔

نتیجہ: 📌 یعنی: جسے سیرۃ النبی کہا جاتا ہے وہ در حقیقت، عباسی دَور میں بنائی ہوئی ایک تفصیلی داستان ہے۔ نا کہ تاریخ کی کوئی اصل اور معتبر شہادت؟

فقہ یعنی شرعی مسائل کا آغاز (4) ۞

فقہی مصادر کی عدمِ اوّلیت — ایک بنیادی تاریخی مسئلہ

اسلامی فقہ کو عموماً مسلسل، محفوظ اور اوّلین دور سے چلی آ رہی ایک علمی روایت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، مگر جب اس دعوے کو تاریخی و مخطوطاتی معیار پر پرکھا جائے تو ایک گہرا خلاء سامنے آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فقہ کے چار بڑے معماروں میں سے کسی ایک کی بھی اصل، مصنّفانہ، خود نوشتہ autograph کتاب آج دنیا میں موجود نہیں۔

(1) امام ابو حنیفہ (م150ھ)

- ابو حنیفہ کی طرف منسوب کی جانے والی کوئی بھی فقہی کتاب یا تحریری مجموعہ براہِ راست محفوظ نہیں۔
- ان کی فقہ، ہمیں صرف:
  - بعد کے شاگردوں (ابو یوسف، محمد الشیبانی، حسن بن زیاد)
  - اور اس سے بھی بعد کے فقہاء کے ذریعے ملتی ہے۔
- یعنی فقہِ حنفی ابو حنیفہ کی نہیں بلکہ بعد کی تدوینی روایتوں کی فصل ہے۔

(2) امام مالک بن انس (م179ھ) اور الموطأ

- موطأ کی کوئی اصل کتابت شدہ نسخۂ اوّل موجود نہیں۔
- موطأ کے:
  - درجنوں مختلف النوع "روایتی نسخے" پائے جاتے ہیں
  - جن میں احادیث، فقہی آراء، ترتیب اور ابواب تک جداگانہ ہیں
- دَورِ جدید کی تحقیق کے مطابق:
  - evolving text موطأ دراصل ایک ارتقائی متن ہے، جو دہائیوں تک بدلتا اور حذف و اضافوں سے جوجتا رہا

(3) امام محمد بن ادریس الشافعی (م204ھ)

- شافعی کی فقہ ہمیں:
  - الرسالہ اور کتاب الام کے ذریعے ملتی ہے۔ مگر
  - ان کتب کے اوّلین مسوّدات تو پائے ہی نہیں جاتے
  - موجودہ متون بعد کے نسخوں اور ان کی نقل نویسی پر مبنی ہیں۔ مزید یہ کہ:
  - امام شافعی کے قدیم اور جدید اقوال خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ فقہ بعد کے زمانوں میں تشکیل پاتی رہی۔

(4) امام احمد بن حنبل (م241ھ)

- احمد بن حنبل نے:
  - فقہ کو لکھنے کے بجائے زبانی روایت کرنے کو ترجیح دی
- امام احمد سے منسوبہ مشہور کتاب "مسند احمد"، خود اُن کی تصنیف نہیں
  - بلکہ ان کے شاگردوں اور معتقدوں کی جمع کردہ روایات ہیں
- امام احمد کے:
  - کوئی ذاتی فقہی دفاتر
  - کوئی مرتب شدہ قانونی متن، سرے سے موجود نہیں۔

نتیجۂ تحقیق (Methodological Conclusion)

اس پورے منظر نامے سے بت اختیارانہ چند ناگزیر حقائق سامنے آتے ہیں:

اسلامی فقہ کا کوئی بھی بنیادی متن اپنے مؤسس / مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود نہیں .1

فقہی مواد: .2

بعد کی صدیوں میں ○

شاگردوں، عقیدتمندوں، مکتبوں اور ریاستی سرپرستی کے تحت مرتب، منتخب اور منضبط کیا گیا۔ .3

فقہ، در حقیقت:

براہِ راست "نبوی" یا "صحابی" عہد کی دستاویز نہیں ○

بلکہ عباسی دور کی علمی اور سیاسی فضاؤں کی پیداوار ہے ○

لہٰذا: .4

فقہ کو الہامی یا قطعی تاریخی نظام کے بجائے ○

ایک ارتقائی، انسانی اور تدوینی روایت کے طور پر سمجھنا زیادہ علمی ہے ○

اور یہی نکتہ اس کے تاریخی مطالعے کی بنیاد ہونا — "یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ اسلامی فقہ "محفوظ حالت میں منتقل نہیں ہوئی"، بلکہ "بعد میں تشکیل دی گئی" چاہیے۔

منتخب اہم حوالہ جات

- Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence*, Oxford
- Wael B. Hallaq, *The Origins and Evolution of Islamic Law*
- Harald Motzki, *The Formation of Islamic Law*
- Patricia Crone, *Roman, Provincial and Islamic Law*
- Jonathan Brown, *Hadith: Muhammad's Legacy in the Medieval and Modern World*
- Christopher Melchert, *The Formation of the Sunni Schools of Law*

نتیجہ: 📌 یعنی، اسلام کا فقہی مواد، پورے کا پورا بعد میں لکھا، گھڑا، ترتیب دیا گیا مواد ہے!

اسلامی تاریخ کے شروعاتی اور بنیادی مراکز سمجھے جانے والے مقامات، آثار، واقعات تک رسائی بالکل صفر (5)

اسلامی روایات کے مطابق مکہ، مدینہ، بدر، اُحد، خندق، خیبر، حنین، یمامہ، موتہ اور یرموک جیسی جگہیں وہ فیصلہ کن محور ہیں جن کے گرد اسلام کی ساری تاریخ گھومتی ہے، جہاں:

- ایک عظیم مذہبی تحریک نے جنم لیا
- معرکہ ہائے حق و باطل چلتے رہے
- سیاسی اور مذہبی اقتدار قائم ہوا
- ایک نئی تہذیب و ثقافت کی داغ بیل پڑی

لیکن جب ان مقامات کو آثارِ قدیمہ یعنی آرکیالوجی، تاریخی جغرافیہ ہسٹوریکل جیوگرافی، اور معاصر تحریری شواہد یعنی کونٹیمپوریری ریکارڈز کی کسوٹی پر پرکھا جائے، تو تعجب انگیز حال احوال سامنے آتے ہیں: ایک غیر معمولی اور حیران کُن امر یہ ہے کہ:

اسلام کی پہلی ڈیڑھ صدی (7ویں–اوائل 8ویں صدی) سے متعلق ان تمام محوری مقامات پر:

کوئی قابلِ شناخت آثارِ قدیمہ موجود نہیں ❌

کوئی ہم زمانہ نوشتہ، کتبہ یا انسکرپشن نہیں ❌

کوئی مسجد یا عبادت خانہ، جسے یقینی طور پر ابتدائی اسلامی دور سے جوڑا جا سکے ❌

کوئی شہری انفراسٹرکچر (سڑکیں، بازار، دفاتر، مدرسے) نہیں ❌

کوئی مالی، فوجی یا انتظامی عملداری کے ریکارڈز نہیں ❌

کوئی معاصر یعنی کونٹمپوریری اسلامی دستاویزات نہیں ❌

یہ خاموشی محض اتفاق یا حادثہ نہیں، بلکہ علمِ تاریخ میں اسے ایک ابنارمل انوملی یعنی غیرِ معمولی بے ظابطگی سمجھا جاتا ہے۔

آثارِ قدیمہ کی یہ بے ظابطگی — آخر کیوں غیر معمولی ہے؟

دنیا کی ہر چھوٹی بڑی مذہبی یا سیاسی یا سماجی تحریک نے اپنے پیچھے کم از کم کچھ نہ کچھ تو میٹیریل کلچر یعنی مادی آثار ضرور چھوڑے ہیں، مثلاً:

- یہودیت ⟵ عبرانی کتبے، سکّے، بیت تفیلہ، بیت کنیست
- مسیحیت ⟵ صلیبی علامتیں، کلیسائیں، کیتھڈرل، یونانی/لاطینی اصل نوشتے
- ساسانی و بازنطینی سلطنت ⟵ شاہی کتبے، سکے، دفتر، بہی کھاتے

لیکن اسلام کے بارے میں، خاص طور پر:

- مکہ اور مدینہ:
  - قبل از عباسی دَور کا کوئی واضح شہری نقشہ، سِجِ دھج، یا تحریری شہادت نہیں
- جنگی مقامات (بدر، اُحد، خندق):
  - کسی بھی جنگ کی معاصر نشانی، خندق، قلعہ، کوٹلہ یا فوجی باقیات یا مابعد اثرات نہیں
- روایات میں نقل شدہ فتوحات کے مراکز (یرموک، موتہ):
  - اسلام سے منسوب کوئی بھی انسکرپشن یا سرکاری علامت نہیں

یہ صورتحال اس سوال و اعتراض کو جنم دیتی ہے کہ:

اگر واقعی یہاں ایسی عظیم اور فیصلہ کن تاریخ رقم ہوئی، تو اس کا مادی اور طبعی سراغ کہاں ہے؟

جدید محققین اس مظہر کو اکثر "خاموش صدی کا تصور" یا اسلام کی ساکت صدی یا

- "The Archaeological Silence of Early Islam" کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہیکہ: اسلامی روایات جس دَور کو نہایت فعال، انقلابی اور فیصلہ کن بتاتی ہیں، وہی دَور تاریخی اور آثارِ قدیمہ کے اعتبار سے بالکل خاموش ہے

- یہ سکتہ و خاموشی: نہ صرف یہ کہ اسلامی روایات کے داخلی بیانیوں سے ٹکراتی ہے، بلکہ تاریخ نویسی کے عمومی اصولوں کے بھی غیر موافق ہے

- **تقابلی جدول اسلام (ابتدائی دور) بمقابلہ دیگر بڑی تہذیبیں**

(تقابلی پہلو)	اسلام (7ویں–اوائل 8ویں صدی)	دیگر تہذیبیں (یہودیت، مسیحیت، یونان، روم، فارس، مصر، ہندوستان، چین)
ہمزمانہ تحریری مصادر (Primary Texts)	❌ کوئی محفوظ شدہ اصل متن موجود نہیں	✅ وافر ہمزمانہ متون، کتبے، فرامین، صحیفے
بانی یا مرکزی شخصیت کا آٹوگراف (Autograph)	❌ نبی محمدؐ سے منسوب کوئی تحریر محفوظ نہیں	✅ بدھ، افلاطون، اشوک، رومی قیصران، چینی بادشاہوں کے متون/فرامین
آثارِ قدیمہ (Archaeology)	❌ مکہ، مدینہ، بدر، اُحد وغیرہ خاموش	✅ معابد، شہر، کتبے، سکے، قبریں، عمارات
نوشتہ جات/کتبے (Inscriptions)	❌ پہلی صدی ہجری سے کوئی واضح اسلامی کتبہ نہیں	✅ عبرانی، یونانی، لاطینی، فارسی، سنسکرت، چینی کتبے
سکے (Coinage)	❌ ابتدائی اسلامی سکے مذہبی شناخت سے خالی	✅ ہر تہذیب کے سکے مذہبی و سیاسی شناخت کے حامل
عبادت گاہیں (Early Religious Buildings)	❌ پہلی صدی کی یقینی مسجد موجود نہیں	✅ معابد، کلیسا، پاگوڈا، زگورات، اسٹوپاز
قانونی و انتظامی ریکارڈ	❌ کوئی ہمزمانہ سرکاری دفتر یا رجسٹر نہیں	✅ رومی قوانین، فارسی دفاتر، چینی سالنامے
جنگی مقامات کے آثار	❌ بدر، اُحد، خندق، یرموک—کوئی مادی نشان نہیں	✅ یونانی، رومی و فارسی جنگی مقامات محفوظ
تاریخی تسلسل (Continuity)	❌ 100 تا 150 سالہ نمایاں خلاء	✅ لگاتار تحریری اور مادی تسلسل
روایت کی تدوین	⚠️ زیادہ تر عباسی دور میں یکبارگی ترتیب	✅ عہد بہ عہد تدریجی تدوین
غیر مذہبی ہمزمانہ شہادتیں	❌ نہ ہونے کے برابر	✅ متعدد آزاد و بیرونی ذرائع
بیانیہ بمقابلہ ثبوت	📖 بیانیہ مضبوط، مگر ثبوت نہایت کمزور	📖 بیانیہ اور ثبوت ہم آہنگ

- **تقابلی نتیجے کا خلاصہ (Analytical Summary)**
- دنیا کی ہر تہذیب اپنے ابتدائی دور کی **تحریری، مادی اور جغرافیائی شہادتیں** چھوڑ گئی ہے
- **سوائے ابتدائی دَورِ اسلام کے،** جہاں تاریخ کا سب سے حتمی اور فیصلہ کُن زمانہ **آثارِ قدیمہ اور ہمزمانہ تحریری شواہد کے اعتبار سے ایک عجب خاموشی میں** ڈوبا ہوا ہے۔

دیگر تہذیبیں اپنے ماضی کو پتھر، لکڑی، تحریر، نقوش اور آثار میں" "جبکہ اسلام نے اپنے زمانہ ماضی کو صرف زبانی روایتوں کے سہارے چھوڑ ڈالا۔ چھوڑ گئیں

ممکنہ علمی توضیحات (Scholarly Explanations)

(1)اسلامی روایات کی بعد ازاں تدوین Late Formation of Tradition

جدید محققین کی ایک مضبوط اور معتبر علمی رائے یہ ہے کہ: اسلام کی روایات، جیسی کہ وہ آج ہمارے پاس ہیں، عہدِ نبوی یا صدرِ اوّل کی براہِ راست عکاسی نہیں کرتیں، بلکہ بعد کی صدیوں میں مرتب و منظم شدہ اور تقدیسی رنگ میں رنگی گئی ایک جدید تاریخی تشکیل ہے۔

اس معتبر علمی رائے کے مطابق:

- پہلی اور دوسری صدی ہجری تک بھی:
  - مذہبی بیانیہ کسی فلووِڈ کی شکل میں یعنی سیّال اور ڈاواں ڈول تھا
  - حادثات و واقعات کی کوئی واحد متفقہ صورت موجود نہ تھی
- تیسری صدی ہجری کے آتے آتے:
  - روایاتِ ماضیہ کو مرکزی، مربوط، منظم اور مقدس شکل میں ڈھالا گیا
  - مختلف اور دِگرگوں بیانیات میں سے صرف ایک کو چُن کر "درست تاریخ" قرار دیا گیا

یہ موقف، خاص طور پر اِن محققین کے ہاں نمایاں ہے:

- John Wansbrough — *Qur'anic Studies*
- Patricia Crone — *Meccan Trade and the Rise of Islam*
- Michael Cook — *Hagarism*

ان کے مطابق اسلامی روایات کا بیشتر حصہ پیچھے کی طرف پھینکنا یا ریٹرو جیکشن ہے: یعنی بعد کے عقائد اور سیاسی تصورات کو ماضی میں منتقل کر دینا۔

اسلام کی شروعاتی سرگرمیوں کا مختلف جغرافیہ یا سرزمین (Alternative Geographic Origins) (2)

کچھ جدید محققین اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بیان کرتے ہیں کہ:

اسلام کی ابتدائی تبلیغ، عبادات اور مرکزیت، موجودہ مکہ–مدینہ کے بجائے کسی دوسرے جغرافیائی خطے میں وقوع پذیر ہوئیں۔

اس ضمن میں خاص طور پر دو نام سامنے آتے ہیں:

(الف) Yehuda D. Nevo

- آثارِ قدیمہ اور کتبوں کی بنیاد پر یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ:
  - ساتویں صدی کے عرب مذہبی اظہار میں:
    - اسلام "بطور مکمل نظام واضح نہیں" تھا
    - موجودہ مکہ کا کردار بالکل غیر نمایاں ہے

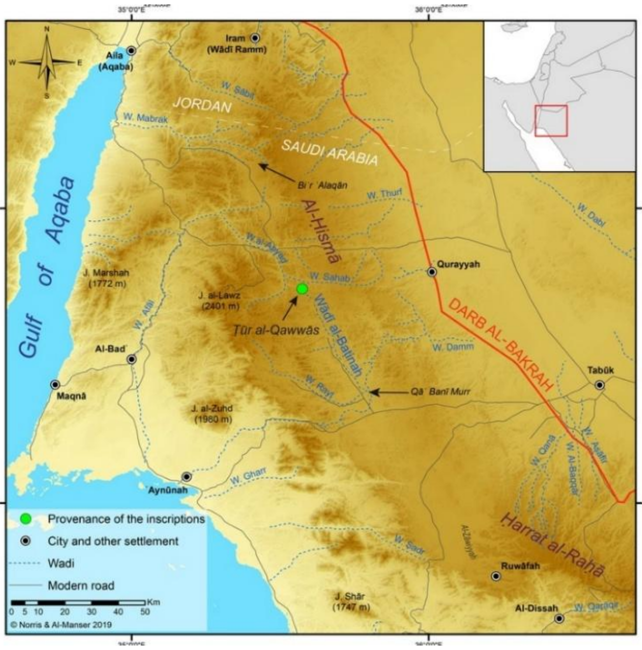

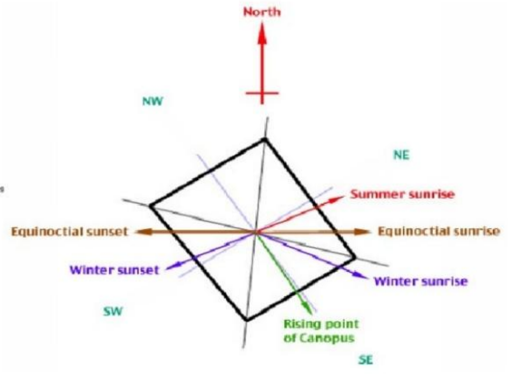

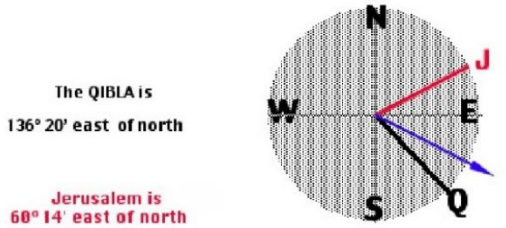

- ان کے مطابق:
  - عرب میں توحیدی شناخت، رفتہ رفتہ تشکیل پائی
  - بعد میں اسے مکہ–مدینہ سے منسوب کیا گیا

(ب) Dan Gibson

- جغرافیائی تجزیے کی بنیاد پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ:
  - ابتدائی قبلے، موجودہ مکہ کی طرف نہیں تھے، بلکہ شمالی عرب یعنی جنوبی شام کی سمت تھے۔
- نتیجتاً:
  - مکہ کی مرکزیت بعد میں قائم کی گئی
  - اسلام کی ابتدائی تشکیل موجودہ مکہ–مدینہ کے بجائے کسی دوسرے جغرافیے میں ہوئی تھی
  - خلافتِ عباسیہ نے بعد میں مکہ–مدینہ کو مرکزی مذہبی بیانیہ بنا کر ماضی کو وہیں "مرکوز و مرتبط" کر دیا۔ پھر
  - سلطنتِ عثمانیہ کے طویل دورانیے نے اور آخر کار جدید ریاستی انتظامات نے چلے آرہے اسی بیانیے کو تعمیرات، توسیعات اور تقدیس کے ذریعے مزید تر مستحکم کر دیا۔

یہ آراء اور تجاویز متنازع ضرور ہیں، تاہم:

یہی وہ تجاویز ہیں جو ابتدائی آثار، قبلہ جاتی بے ربطگیوں، اور جغرافیائی خاموشیوں کی تصریح و وضاحت کے لیے ایک متبادل اور قابلِ فہم علمی ماڈل فراہم کرتی ہیں!

(3) عباسی دور میں مکہ–مدینہ محورِ تاریخ کی از سرِ نو تشکیل (Abbasid Reconfiguration of Sacred History)

اکثر جدید محققین اس نکتے پر متفق ہیں کہ:

عباسی دور ہی دراصل وہ مرکزی مرحلہ ہے جب اسلام کی تاریخ، سیرت، حدیث اور فقہ ایک منظم و مربوط "سرکاری بیانیے" کی شکل اختیار کرتے ہیں۔

اس مرحلے کے نمایاں پہلو:

- مکہ اور مدینہ کو:
  - واحد مقدس مرکز کے طور پر پیش کرنا
- نبی کی زندگی کو:

- ریاست ساز، جنگجو، فاتح اور قانون داں کے قالب میں ڈھالنا

- نسب، فضائل اور تقدّس کو:
    - سرکاری سیاسی مشروعیت یعنی لیجیٹی میسی سے جوڑنا

یہی وہ دور ہے جہاں:

- ابن ہشام کی "السیرۃ النبویۃ"
- امام طبری کی "تاریخ الرسل والملوک"
- تمام محدثین سے منسوب حدیثی کتابیں بشمول صحاح ستّہ

جیسے متون سامنے آتے ہیں، جبکہ ان کتابوں کے اصل آٹوگراف متون یکسر ناپید ہیں۔

سیاسی اور مذہبی تقاضوں کے تحت "خلاء اور خاموشی" کو خودساختہ بیانیوں سے بھر دینا (4)

ابتدائے اسلام کے دو صدیوں کی تاریخی خاموشی — یعنی

- آثارِ قدیمہ کی عدم موجودگی
- ہم زمانہ غیر اسلامی حوالوں کی شدید کمی
- تحریری ریکارڈز کا فقدان

ایک گمبھیر خلاء کو جنم دیتا ہے۔

عباسی ریاست کے لیے یہ خلاء:

- مذہبی وحدت کے لیے بڑی پیچیدگی
- سیاسی استحکام اور استواری کے لیے خطرہ
- خلافت کے جواز اور مشروعیت کے حق میں ایک بہت بڑا نقص تھا

چنانچہ: اس عجب خاموشی اور اندھیرے خلاء کو، بوقلمون روایات، مقدس تبرکات، ہزارہا معجزات اور نسبی بیانیوں سے باقاعدہ طور پر پُر کیا گیا۔
اِس قبیل کا عمل دخل، تاریخ میں کوئی منفرد نہیں، تاہم، اسلام کے اصولی دعووں اور اس کے تناظر میں اِس قبیل کے عمل دخل کی شدت وحساسیت غیر معمولی

جامع نتیجہ (Synthesis) ہوجاتی ہے!

جدید علمی تحقیق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ:

1. ابتدائی اسلامی تاریخ

براہِ راست محفوظ متون پر نہیں، بلکہ بعد کی تدوینی روایت پر قائم ہے۔

مکہ–مدینہ کی مرکزیت

عین ممکن ہے کہ تدریجی طور پر اور ایک سیاسی تشکیل ہو۔

2. عباسی دور فی الواقع

3. اسلامی تاریخ کے "غیر معمولی تشکیلی دورانیے" کی حیثیت رکھتا ہے۔

4. ماضی کی گھنگھور خاموشی

بذاتِ خود ایک اہم اور ناقابلِ تردید تاریخی شہادت ہے، جسے ہر گز بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ 5.

یہی وہ اسباب و عِلل ہیں جو جدید علمی محققین کو مجبور و مامور کرتی ہیں کہ وہ:

اسلامی روایات کو ایمانی اور اعتقادی مسلّمات کے بجائے تاریخی، متنی اور آثارِ قدیمہ کے تحقیقی منہج کی اساس پر دوبارہ نئے سرے سے پڑھا جائے!

موجودہ شہرِ مدینہ میں القبة الخضراء نامی گنبد کی تہہ میں کیا ہے اور کون ہیں؟ اِس بارے میں موروثی اسلامی متون کے مطابق تو رسولِ اسلام ﷺ کی قبر ہے اور اُن کے ساتھ ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب بھی دفن ہیں۔ مگر اس کا کوئی ہم زمانہ، آزاد، بیرونی اور غیر مذہبی — آرکیولوجیکل یا اپی گرافک ثبوت موجود نہیں، اور جو "سبز گنبد" آج دکھائی دیتی ہے وہ تو ابھی حال کی تعمیر ہے، ابتدائی کئی صدیوں تک یہ حجرہ، بوسیدہ لکڑی کا ایک مستطیل نما ڈھانچہ تھا۔ 1817ء میں عثمانی سلطان محمود ثانی نے اسے سبز گنبد کی حیثیت عطا کی۔ بالفاظِ دیگر: معاصر غیر مسلم ذرائع میں اس مقام اور اس تدفین کو لیکر کوئی واضح، قطعی اور ٹھوس ثبوت (مثلاً کسی فوجی رجسٹر/سرکاری نوٹس یا خارجی معاہدے یا کسی تقویم میں اس قبر یا اس کی جگہ کا تذکرہ نہیں پایا جاتا)۔ ہم عصر غیر مسلم مآخذات عربوں کے معاملات پر نظر رکھے ہُوئے تھے، مدینہ نامی شہر میں اگر واقعی کوئی مخصوص مقدس قبر، یا کسی معروف نبی کا مدفن، یا کوئی زیارتی گاہی حجرہ یا روضہ ساتویں صدی میں موجود ہوتا تو کم ازکم کسی ایک غیر مسلم مُزمِنہ میں اس کا ذکر آنا تاریخی طور پر عین متوقع تھا۔

Yehuda D. Nevo & Judith Koren, *Crossroads to Islam*

- Patricia Crone & Michael Cook, *Hagarism*
- Fred M. Donner, *Narratives of Islamic Origins*
- Dan Gibson, *Qur'anic Geography*
- Robert Hoyland, *Seeing Islam as Others Saw It*
- G. R. Hawting, *The Idea of Idolatry and the Emergence of Islam*

نتیجہ: 📌 یعنی — ایسا لگتا ہے کہ **اسلام کی اولین ڈیڑھ صدی "بالکل خاموش اور گمنام صدی" تھی** جس سے کوئی معاصر اور ہمزمانہ علامت بچ نہ سکی۔

(Constitution of Medina) (میثاقِ مدینہ (6۞

دعوے میں: کہا جاتا ہے کہ یہ اولین تحریری آئین تھا، جو نبی ﷺ نے مدینہ میں لکھوایا۔

مگر، تاریخی حقیقت:

- **(Original) میثاقِ مدینہ کا کوئی بھی اصل مخطوطہ موجود نہیں**
  - نہ کسی میوزیم میں
  - نہ کسی لائبریری میں
  - نہ کسی ساتویں صدی کے مجموعۂ دستاویزات میں

یہ متن ہمیں ملا کہاں سے؟

- سب سے قدیم حوالہ:
  - **ابن اسحاق** (وفات 150ھ/767ء)
  - وہ بھی اپنی اصل کتاب میں نہیں، بلکہ
  - **ابن ہشام** (وفات 218ھ/833ء) کی تدوینِ نَو کے ذریعے

یعنی: حدوثِ واقعہ (622ء) اور تحریری روایت کے درمیان کم از کم 150–200 سال کا خلاء ہے۔ ○

نتیجہ: 📌 میثاقِ مدینہ نامی شے کا کوئی اصلی اور بنیادی ماخذ نہیں پایا جاتا بلکہ بعد میں لکھا ہُوا یہ محض ایک روایتی متن ہے!

(Letters to Kings) رسول اللہ کے نام سے منسوب کیے گئے خطوط (7) ۞

عام طور پر فخریہ انداز میں یہ خطوط منسوب کیے جاتے ہیں:

- قیصرِ روم سے
- کسریٰ ایران سے
- نجاشی حبشہ سے
- مقوقس مصر سے
- اور دیگر حکمرانوں سے

دعویٰ ہے کہ: یہ خطوط رسول ﷺ نے لکھوائے، اُن پر مُہرِ مبارک تھی، اور یہ آج بھی بالکل محفوظ اور سلامت ہیں۔ مگر۔۔۔

تاریخی اور علمی جانچ پڑتال کے بعد:

(الف) اصل مخطوطات؟

- **کوئی بھی خط ایسا نہیں جسے ساتویں صدی کا یقینی اصل کہا جا سکے**
    - جو نمونے دِکھائے جاتے ہیں:
        - وہ یا تو بعد کی نقلیں ہیں
        - یا خطاطی / خوشنویسی کی وصلیاں ہیں
        - **(reconstructions) یا مرویات پر مبنی بازِ تخلیق**

(ب) مُہرِ رسول؟

- جس مُہر پر (محمد رسول اللہ) لکھا ہے:
    - **اس کی کوئی ہم عصر تصدیق شدہ مثال موجود ہی نہیں**
    - جو مُہریں یا نقوش دکھائے جاتے ہیں:
        - **وہ عباسی یا اُس کے بھی بعد کے اَدوار کے ہیں**
        - ان کی نسبت پر **سخت علمی اختلافِ رائے پایا جاتا ہے!**

میوزیمز میں موجود اشیاء—ان کی حقیقت کیا ہے؟

اکثر کہا جاتا ہے کہ:

”یہ خطوط استنبول، قاہرہ، تاشقند، دمشق یا دیگر میوزیمز میں ہیں“

کڑوی حقیقت کہ: یہ اشیاء

- **اصل خطوط نہیں، بلکہ** ○
    - devotional relics بعد کی صدیوں میں تیار کردہ نقول یا روایتی نمونے یا عقیدتی آثار ہیں

جدید محققین کا علمی مؤقف (خلاصۂ کلام)

(Critical Historiography) جدید تاریخ نگاری کے مطابق:

- نہ میثاقِ مدینہ کا اصل نسخہ
- نہ بادشاہوں کے نام مراسلت کے اصل مخطوطات
- نہ ان پر موجود مُہر کی کوئی ہم عصر شہادت

Later Islamic Tradition یہ سب دراصل بعد کی اسلامی روایت کا حصہ ہیں، ساتویں صدی کے اولین مصادر نہیں!

(اہم سوال) جو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے:

- اگر نبی ﷺ نے باقاعدہ خطوط لکھوائے
- مختلف عالمی طاقتوں سے رابطہ قائم کیا
- دینی کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی اور سفارتی ریاست قائم کی ہوتی، تو
- **بازنطینی، ساسانی، قبطی، حبشی، سریانی، عیسائی ریکارڈز، آرمینی مزمنہ نگاری، عبرانی/یہودی ریکارڈز، پاپائی، لاطینی، مغربی ریکارڈز، مصری پاپائرس، نبطی، صِفائی اور ثمودی کتبے، چینی ریکارڈز، نیز اگر ساتویں صدی میں محمد (ابن عبد اللہ) کی عالمی دعوت، سفارتی خطوط، اور سیاسی اثرات اگر واقعی موجود ہوتے تو ہندوستان جیسی تحریری تہذیب، جو بیرونی دنیا پر گہری نظر رکھتی تھی، کبھی خاموش نہ رہتی — المختصر: ساتویں صدی کی وسیع اور متنوع تحریری کائنات میں — جہاں ہر چھوٹا بڑا قصہ یا واقعہ قلم بند ہو رہا تھا۔۔ محمد (ابن عبد اللہ) سے منسوب سفارتی خطوط، میثاقِ مدینہ، یا دعوتی مراسلات کا ہم عصر غیر اسلامی ریکارڈز میں مکمل فقدان محض اتفاق نہیں، بلکہ واشگاف انداز میں بذاتِ خود ایک ایسی تاریخی دلیل ہے جس سے انکار کِیا ہی نہیں جا سکتا!**
- **نیز، اس فرق کو سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ: "ایمان کے لیے روایت کافی ہو سکتی ہے مگر، علمی تاریخ کے لیے ہر گز نہیں"۔**

نتیجہ: 📌 جسے آج اسلام سمجھا جاتا ہے، یہ تاریخ کی واحد بڑی روایت ہے جس کا پورا علمی ڈھانچہ دوسرے بلکہ تیسرے درجے کی روایات پر کھڑا ہے، نا کہ صدرِ اول کی اصل شہادتوں پر؟

یہ چُبھتی ہُوئی حقیقت تین نکات میں سمٹتی ہے:

اسلام کے تمام کلیدی علوم کے ذرائع (قرآن، حدیث، سیرت، تاریخ، فقہ) کے اصل اور مصنفانہ مخطوطے سرے سے ناپید ہیں۔

جبکہ دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کے پاس:

- ٹھوس تختیاں ہیں
- کچھ اور پتھر کے قوی ہیکل ستون ہیں
- دیواری اور چٹانی نوشتہ جات ہیں
- اصل اور ابتدائی قلمی صحیفے ہیں
- سرکاری فرامین ہیں
- ٹھوس آثارہائے قدیمہ ہیں
- معابد، شِوالے اور زیارت گاہیں ہیں، یعنی سب کچھ محفوظ ہے

Black Hole اسلام کا یہ ابتدائی دور یعنی، 150–200 سال — علمِ تاریخ کے لحاظ سے "بلیک ہول" کہلاتا ہے۔ اس خلاء کے بارے میں:

- Yehoda D. Nevo یہوداڈی۔نیوو
- Patricia Crone پیٹریشیا کرون
- Gerd R. Puin گیرڈ آر۔پوئن
- Michael Cook مائیکل کک
- Gerald Hawting جیرالڈ آر۔ہاٹنگ
- Dan Gibson ڈین گبسن
- Fred Donner فریڈایم۔ڈونر
- Angelika Neuwirth اینجلیکانوئرورتھ
- Robert G. Hoyland رابرٹ جی۔ ہوئیلینڈ
- John Wansbrough جان وینزبرو
- Stephe J. Shoemaker اسٹیفن جے۔شومیکر
- Nicolai Sinai نکولائی سینائی

اِن تمام محققین نے مجموعی طور پر اِس **"بلیک ہول"** کی نشاندہی کی ہے۔ دَورِ جدید کے اِن محققین نے نہ صرف یہ کہ براہِ راست تحقیق کی خاطر متعدد قدیم زبانوں پر عبور حاصل کِیا بلکہ اپنی علمی قابلیت، فنی صلاحیت اور غیر معمولی کارناموں کے سبب، دنیائے علم و فضل میں ایک ممتاز مقام بنایا۔ یہ محققین **ایمان یا انکار** کے بجائے **تجس، تحقیق، قلمی متون، مخطوطات، آثار، اور ہم عصر شواہد** کی بنیاد پر سوال اُٹھاتے ہیں۔ یہ وہ علمی لوگ ہیں جو نہ کسی کی توہین و تذلیل کرتے ہیں اور نہ ان کا تعلق کسی عقیدے یا ایجنڈے سے ہے۔ عوام الناس میں ان کی کارکردگیوں کا تعارف کرانا اور ان کی تحقیقات کو بر سرِ عام لے آنا دراصل، **علمی دیانت اور تاریخی شعور** کے لیے ناگزیر ہے! یہ دعویٰ کہ "اسلام میں کبھی کوئی تحریف نہیں ہوئی" ایک
ایمانی یقین کے سوا کچھ نہیں، جبکہ دورِ جدید کے ماہرین کی تحقیقات ایک تاریخی اور علمی سرگرمی ہے، اِن دونوں کو خلط ملط کرنا فکری انتشار کا سبب بن جاتا ہے۔ علمی اختلافِ رائے کو "دین دشمنی" کا مترادف قرار دینا خود علمی دیانت اور راستبازی کے بھی خلاف ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ایک مؤمن کے نزدیک اسلام کا الٰہی ہونا، اللہ کا قادرِ مطلق ہونا، اور قرآن کا محفوظ ہونا اس کا ایمانی اعتقاد ہے۔ عقائد کی دنیا میں تو یہ دعویٰ اپنے ماننے والوں کے لئے قطعی اور ناقابلِ سوال ہو سکتا ہے۔ لیکن، علمِ تاریخ، بشریات، لسانیات اور متن کی تنقید یعنی **"ٹیکسول کریٹیسیزم"** کی دنیا، نِرے عقائد پر نہیں بلکہ ٹھوس شواہد، متون و مخطوطات، زبان، سیاسی حالات اور انسانی کردار پر گفتگو کرتی ہے۔

<u>اسلامی بیانیہ—مصدرِ اوّل کے بغیر—صرف سنی سُنائی روایات پر چلتا ہے، ٹھوس مادّی شہادات پر نہیں!</u>

عقائد ⟵ مضبوط

متون ⟵ کمزور

روایات ⟵ طویل

شواہد ⟵ مختصر اور یکسر ناکافی

یہ صورتحال، ادیان و مذاہب کی تاریخ میں صرف **"اسلام ہی کا منفرد اور اکلوتا تضاد"** ہے۔

"بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ: **"صحیفہ ہمام بن منبہ ساتویں صدی کے آغاز میں لکھا گیا تھا"**، **لہٰذا، یہ حدیث کی قدامت اور صحت کا قطعی ثبوت ہے۔**

یہ دعویٰ **بظاہر بہت پُرکشش** لگتا ہے، مگر **تحقیقی جانچ** میں اس کی بنیادیں انتہائی کمزور پڑ جاتی ہیں۔

ہمّام بن منبّہ کون تھا؟(تاریخی تعارف) 1

- نام: **ہمّام بن منبّہ الصنعانی**
- نسبت: یمن (صنعاء)
- **ابو ہریرہ کا**: شاگرد بتایا جاتا ہے

اہم نکتہ: ہمّام **صحابی نہیں** بلکہ تابعی ہے۔

اصل مسئلہ: "صحیفہ" کہاں ہے؟ 2

یہ سوال بنیادی ہے:

autograph کیا ہمّام کا لکھا ہوا اصل صحیفہ موجود ہے؟ ❓

جواب ہے: قطعی نہیں۔

- ہمّام کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی مخطوطہ بھی دنیا میں نہیں پایا جاتا
- نہ کسی میوزیم میں
- نہ کسی کتب خانے میں
- نہ کسی کے نجی مجموعے میں

جو چیز موجود ہے، وہ **ہمّام کا اپنا متن نہیں بلکہ: امام احمد ابن حنبل (وفات 241ھ)** کے مسند میں شامل ایک نقلی روایت ہے، جسے بعد میں "صحیفہ ہمّام" کا نام دے دیا گیا۔ یعنی:

ہمّام ← احمد ابن حنبل کے بیچ = تقریباً 130–150 سال کا خلاء۔

موجودہ "صحیفہ ہمّام" کا ماخذ کیا ہے؟ 3

آج جو متن پیش کیا جاتا ہے، اس کی حقیقت:

- یہ **مسند احمد** میں شامل روایات کا مجموعہ ہے
- اسے الگ کتاب کی شکل ابھی **بیسویں صدی** میں دی گئی
- قدیم ترین مخطوطات:
  - **10ویں یا 11ویں صدی** کے بعد کے ہیں
  - یعنی ہمّام کی وفات سے کم از کم 300 سال بعد کے

لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ: **"یہ ساتویں صدی کا اصل صحیفہ ہے"**، تاریخی طور پر **غلط بیانی** ہے!

اسلامی تاریخ کا بنیادی ترین سوال یہ ہے کہ:

اسلام کے وہ کون سے اصل مآخذ ہیں جو عہدِ اوّل/صدرِ اول سے لے کر آج تک بتمام و کمال محفوظ چلے آ رہے ہیں؟

روایتی دعویٰ تو یہ ہے کہ اسلامی ذخیرۂ علم، نسل در نسل ایک مستحکم زنجیر کے ساتھ منتقل ہوتا رہا، لیکن جب ہم قلمی مخطوطات مادّی آثار اور تاریخی شواہد کو سامنے رکھتے ہیں تو صورتِ حال بالکل مختلف نظر آتی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی کے وہ بنیادی متون جن پر اسلامی علم و فہم کی پوری عمارت کو کھڑا کیا گیا ہے، اپنی اصل

شکل و صورت میں موجود ہی نہیں۔ رائجُ الوقت نسخے تو **چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری** کے ہیں۔ اس تاخیر و تعویق نے پورے علمی وِرثے پر بڑے شدید اور زبردست سوالیہ نشانات کھڑے کر دیے ہیں!

ابتدائی اسلامی تاریخ کا خلاء

اسلام کے ابتدائی ڈیڑھ سو برس کا دَور زمینی آثار و حقائق کے لحاظ سے نہایت دھندلا بلکہ تاریک ہے۔

اُس زمانے کے بارے میں:

- کوئی معتبر اور بھروسہ مند قلمی نسخہ
- کوئی مستند تاریخی ریکارڈ
- کوئی باقاعدہ ترتیب دیا گیا مجموعہ
- کوئی غیر جانب دار گواہی
- کوئی تفصیلی روداد

ہمیں دستیاب ہی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ جدید کے متعدد سنجیدہ ماہرین اور محققین اُس مرحلے کو **"اسلامی تاریخ کا خاموش عہدِ سیاہ"** قرار دیتے ہیں۔

یہاں بنیادی اور ناگزیر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ **"آخر وہ کون سے عوامل و اسباب"** تھے جن کی بنا پر اسلامی ریاست کے آغاز کا اتنا اہم دَور تحریری شہادتوں، ہمعصر دستاویزات، سرکاری ریکارڈ، ادارہ جاتی یادداشت کے فقدان کی وجہ بنا؟ جبکہ دنیا کی دیگر تہذیبوں میں ایسے مواقع پر دستاویزی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ روایتی مصادر کے مطابق نبی ﷺ کی **زہر کے اثرات کے سبب وفات** کے فوری بعد **سقیفہ** میں مَسندِ خلافت و اَمارت پر قبضہ داری کے لئے باہم اِقتتال اور دھینگا مشتی، تدفین میں تاخیر، اور پھر سیاسی صف بندیاں—یہ سب **سیاسی خلاء** اور **اقتدار پر فوری قبضے** کی علامات ہیں۔ یہ صورتِ حال اس بات کی غمّاز ہے کہ **اقتدار کی منتقلی کے لیے نہ کوئی تحریری آئین موجود تھا، نہ کوئی متفقہ ادارہ جاتی طریقۂ کار تھا، اور نہ ہی کسی متعین جانشین کا واضح اعلان ہُوا تھا**۔ سیطرت و اقتدار کی عجلت بازی نے تاریخ نویسی کی مہلت ہی چھین لی، سیاست نے پہلے اختیار سنبھالا، اور تاریخ بعد میں لکھی گئی۔ یہاں اخلاقی سوال تو اُٹھتا ہے، مگر علمِ تاریخ کا غیر جذباتی تجزیہ بتاتا ہے کہ **سیاسی خلاء اکثر شدید کشمکش** کو جنم دیتا ہے، خواہ وہ کسی بھی تہذیب میں ہو، اسلامی تاریخ بھی اس عمومی انسانی اصول سے مستثنیٰ نہیں—سعد بن عبادہ کا پُر اسرار انجام، بعد ازاں خلفائے راشدین کی پے در پے ہلاکتیں، اور پھر آپس ہی میں جمل، صفین، نہروان جیسی خونین جنگیں—یہ سب **سیاسی اختلافات کے عسکری بن جانے** کی واشگاف مثالیں ہیں۔ ان واقعات میں شریک افراد کے **دینی مراتب** سے قطعِ نظر، تاریخ یہ بتاتی ہے کہ **اقتدار کی سیاست نے دینی اور اخلاقی اصولوں کو بارہا پسِ پشت ڈالا ہے**۔ کربلا، واقعہ حرّہ، اور بعد کی داخلی جنگیں اس حقیقت کو مزید نمایاں کرتی ہیں کہ **دینی تقدیس** سیاسی عمل کو **مہذب** بنانے میں ناکام رہتی ہیں۔ یہ سانحات **سیاسی طاقت کے ہاتھوں دینی علامتوں کے من مانی استعمال** کی المناک نظیریں ہیں—جہاں مذہب، سیاست کے لیے **جواز** بن چکا تھا۔ اور طرفہ تماشا دیکھیے کہ یہ سب احوال و کوائف اُس صدی اور اُن اصحاب کے ہیں جن کے متعلق "خيرُ النّاسِ قرني" اور "خيرُ القُرونِ قرني" جیسے زُعمِ مغرور کیے جاتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی مرحلے میں سیاسی **کشمکش، عصبی اور قبائلی مفادات، نسلی رقابتیں اور خاندانی تصادم نے انتہائی خوں ریز نتائج پیدا کیے**۔ یہاں مسئلہ ایمان یا اخلاق کا نہیں، بلکہ **اقتدار و امارت کی سیاسی کشاکش** کا تھا—اور جب سیاست نے **تقدیس کا لبادہ اوڑھا**، تو **عصبی اختلافات نے دلیل کے بجائے تلوار پکڑ لی**۔

عباسی دَور اور علمی تشکیلِ نو

اسلامی روایت کے مرتب ہونے میں سب سے بڑا کردار عباسی دَور کا ہے۔ عباسیوں نے:

- روایات کو مدوّن کیا

- علمی مراکز و مدارس قائم کیے
- فقہ کے اصول وضع کیے
- حدیث کے ذخیرے کو مرتب کیا
- سیرت اور تاریخ کے بڑے مجموعے تیار کروائے

یہ سب کچھ اسلام کی شروعات کے "**ڈیڑھ تا دو سو برس بعد**" کِیا گیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ: اسلامی روایت و تاریخ کے اصل ڈھانچے کو تو عباسی دور کی فکری، سیاسی، مذہبی اور توسیع پسندانہ ترجیحات کا آئینہ دار بنایا گیا ہے۔

یہ سوال ایک اہم علمی بحث کا دروازہ کھولتا ہے کہ: موجودہ اسلامی ذخیرۂ علم، کیا واقعی عہدِ نبوت اور صدرِ اوّل کی براہِ راست نمائندگی کرتا ہے، یا یہ بعد کے اَدوار میں مرتب کی گئی ایک

باضابطہ "سرکاری روایت" ہے؟

اس تحقیق و تنقیح کا بنیادی اور اصولی مقصد یہ ہے کہ:

1. اسلامی متون کی ابتدائی تاریخ کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے
2. قلمی شواہد کا غیر جانب دارانہ تجزیہ پیش کیا جائے
3. عباسی دور کی علمی تشکیلِ نو کے اثرات کو آشکار کیا جائے
4. روایت اور تاریخ کے فرق کو نمایاں کیا جائے
5. اسلام کے ابتدائی ماخذات کی دستاویزی حیثیت کو نقد و جرح کی کسوٹی پر کھا جائے

تحقیق کا منہج (طریقہ کار) اس مقالے میں تین بنیادی مناہج اختیار کیے گئے ہیں

(الف) قلمی تجزیہ یعنی مخطوطاتی تحقیق

- کاتب کی تحریر
- ورق اور سیاہی
- تاریخِ کتابت
- متن میں ترمیم اور اختلافات

(ب) تاریخی نقد و جرح

- روایت کی تہ در تہ پرتیں
- بعد کے حذف اور اضافے
- متون کی تدوین کے مراحل
- زمانی اور مکانی بے ربطگیاں

(ج) سیاسی اور سماجی پسِ مناظر

- عباسی ریاست کے عزائم و مقاصد
- علمی سرپرستی

- مخالف بیانیوں کا کچلا جانا
- عباسی نظریات کی تعمیر

مقالے کی ترتیب: یہ تحقیقی مقالہ مندرجہ ذیل بڑے مباحث پر مشتمل ہو گا

1. ابتدائی اسلامی مخطوطات کا شدید بحران
2. اولین متون کے غائب ہونے کے اسباب و عِلل
3. عباسی دور میں علمی تشکیلِ نو
4. حدیث بطور حکمتِ عملی اور سیاسی ادب
5. سیرت کی تدوین اور اس کے مسائل
6. قرآنی عبارات کا متنی ارتقاء
7. اہلِ کتاب اور دیگر مذاہب کے قلمی وِرثے کا موازنہ
8. موطا، مغازی اور سیرۃ کی کیس اسٹڈیز
9. ماقبلِ عباسی اور مابعدِ عباسی بیانیوں کا فرق و تفاوت
10. خلاصہ اور نتائج

📘 قسط (4) —_اسلام کے ابتدائی مرحلہ میں قلمی مخطوطات کا سنگین بحران:

تمہید:

اسلامی روایات یہ دعوی کرتے ہیں کہ "**اسلام**" کی بنیاد رکھنے والے متون — قرآن، حدیث، سیرت، مغازی اور فقہ — اپنی اصل صورت میں صدیوں سے محفوظ چلے آ رہے ہیں۔ مگر جب

ہم تاریخی شواہد، مخطوطات کے تسلسل اور مکتوب ذرائع کی حالت کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیتے ہیں تو صورتحال بالکل مختلف سامنے آتی ہے۔

اسلامی تاریخ کے اوّلین ڈیڑھ سو برس میں **کسی بھی اصلی متن کا کوئی مستند قلمی نسخہ موجود ہی نہیں!** یہ ابتری اور خاموشی محض اتفاق نہیں بلکہ ایک بڑے تاریخی خلاء کی غمازی کرتا ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور کا قلمی سکوت

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی — یہ وہ دور ہے جسے اسلام کی پیدائش اور اس کے پھیلاؤ کا زمانہ سمجھا جاتا ہے مگر قلمی اور آثاری شواہد کی دنیا، عجیب طور پر خاموش ہے۔ اس دور سے تعلق رکھنے والی:

- کوئی مکمل کتاب
- کوئی اصولی فقہی مجموعہ
- کوئی مرتب حدیثی ذخیرہ
- کوئی جامع تاریخی سیرت
- کوئی باضابطہ سرکاری ریکارڈ
- اور تو اور، خود پیغمبر اسلام یا خلفائے راشدین کے زمانے کا کوئی مکمل قرآن تک

آج ہمیں دستیاب نہیں۔

جو کچھ ہمیں ملتا ہے, وہ یا تو ٹکڑوں اور پارچوں کی حالت میں ہے، یا بعد میں کی گئی تحریری ترمیم و تبدیل شدہ مسوّدات کی شکل میں ہے۔

یہ کیفیت خود اس سوال کو جنم دیتی ہے کہ: **اسلام کے اولین اور شروعاتی دور کی تحریری تصویر اور اصلی شبیہ آخر تھی کیا؟**

ضائع ہونے کی روایت یا پھر ضائع کر دینے کا امکان؟

روایتی اسلامی تحریروں میں اکثر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ: **"ابتدائی مخطوطات جنگوں، فتنوں یا مختلف آفات و مصائب کے سبب ضائع ہو گئے"۔**

لیکن دورِ جدید کے محققین اس بات کو محض ایک **روایتی بہانہ** قرار دیتے ہُوئے بجا طور پر یہ اعتراض اُٹھاتے ہیں کہ:

اگر ایک وسیع تر مذہبی نہج اور اخلاقی تمدن تشکیل پا رہا تھا، تو اس کے شروعاتی اور بنیادی علمی ذخیرے حفاظت سے کیوں نہ رکھے گئے؟

مسیحی دنیا، یہودی دنیا، ایرانی سلطنت، رومی ریاست، ہندوستان اور چین—سب کے قدیم متون بڑی حد تک محفوظ پائے جاتے ہیں۔ صرف اسلامی متون ہی آخر کیوں نہیں ملتے؟

کیا یہ **ممکن** ہے کہ وہ **کبھی مکتوب شکل میں سرے سے موجود ہی نہ تھے**؟ یا پھر انہیں **بعد کے سیاسی تقاضوں سے میل نہ کھانے کے سبب، دانستہ طور پر معدوم** کر دیا گیا؟

یہ سوالات محض خیالی نہیں بلکہ بذاتِ خود علمی اور اصولی اہمیت رکھتے ہیں۔

ابتدائی اسلامی کتب—سب کے سب بہت بعد کے دَور کی پیداوار؟ ذیل کی تین کتابیں روایتی اسلامی فکر کی بیخ اور اس کا بنیادی سرچشمہ کہلاتے ہیں:

1. امام مالک بن انس کی — **موطا**
2. محمد بن عمر الواقدی کی — **کتاب المغازی**
3. محمد بن اسحاق کی — **سیرۃُ رسولِ اللہ**

لیکن حقیقت یہ ہے کہ: **ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی اوّلین قلمی شکل ہمارے پاس نہیں۔**۔ آج موجود تمام نسخے:

- یا تو چوتھی صدی ہجری سے تعلق رکھتے ہیں
- یا پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے بعد کی نقل شدہ شکلیں ہیں
- ان پر متعدد کاپی کاروں کی ترامیم، اضافے اور حاشیے موجود ہیں

یعنی یہ معلوم ہی نہیں پڑتا کہ اصل کتابیں کیسی تھیں، ان کی زبان اور اندازِ بیان کیا تھا، ان کے اندر کون سے عقائد شامل یا خارج کیے گئے تھے؟

کیا ابتدائی اسلامی کتب دراصل ایک "عباسی تشکیلِ نو" تھیں؟ بلاشبہ عباسی دور، علمی تحریروں کا **اصل نقطۂ آغاز** ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب:

- حدیث کے ذخیرے مرتب ہوئے
- سیرت اور مغازی کی روایت بنی
- فقہ کو اصولی بنیادیں دی گئیں
- تاریخِ اسلام تدوین و تالیف کے عمل سے گزری
- قرآن کی قراءتوں کو باضابطہ صورت دی گئی
- قرآن کی موجودہ ترتیب کے جواز میں تواترُ اور عرضۂ اخیرہ نامی روایت کو گھڑا گیا
- شریعت کی عمارت کو، قرآن، حدیث، اجماع، قیاس کی نیو پر استوار کیا گیا

- سوال یہ ہے کہ اگر اسلام کی بنیاد رکھنے والی کتابیں، عباسی دور میں سامنے آئیں، تو پھر شروعاتی اسلامی دور کی **اصل علمی صورت اور اعتقادی ہیئت** کیا تھی؟

مزید یہ کہ عباسیوں کے سیاسی عزائم، ان کے ذاتی مفادات، ان کی مخالفتیں، اور ان کا نظریاتی ڈھانچہ "**کیا ان سب نے اسلامی روایت کی صورت گری میں اہم کردار ادا نہیں کیا**"؟ اگر ایسا ہے تو پھر شروعاتی اسلامی متون و مخطوطات اور آثار و قرائن کا ناپایا جانا محض حادثہ نہیں بلکہ ایک "**یقینی انجام**" ہے۔

تاریخی، سیاسی اور فکری اسباب کا جامع تجزیہ <u>ابتدائی قلمی متون آخر کیوں محفوظ نہ رہ سکے؟:</u>

اسلامی تاریخ کا سب سے نازک اور فیصلہ کن سوال یہ نہیں کہ آج ہمارے پاس کیا موجود ہے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ **جو کچھ ابتدا میں موجود تھا، وہ کیوں محفوظ نہ رہ سکا؟**

یہ سوال محض مذہبی نہیں، بلکہ خالصتاً اصولی، **تاریخی، تہذیبی اور سیاسی** وزن رکھتا ہے۔

ابتدائی اسلامی دَور میں تحریری وِرثے کے ضیاع کے اسباب کو اگر ایک وسیع تاریخی کینوس پر دیکھا جائے تو چند بنیادی عوامل پوری شدت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔

سیاسی کشمکش، خانہ جنگی اور انقلاب کے نتیجہ میں خوفناک ٹوٹ پھوٹ (ا)

اسلامی تاریخ کے پہلے اولین سو برس **سیاسی استحکام کے نہیں بلکہ مسلسل تصادم، قتل و غارت، خانہ جنگی اور اقتدار کی کشمکش** کے برس تھے۔ اور پھر

اُموی – عباسی الگاؤ: ایک ہمہ گیر انقلابی تصادم

اُموی اور عباسی دَور کے درمیان جو تبدیلی آئی، وہ محض حکمران خاندان کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ:

- **سیاسی گردش و نیرنگ**
- **نسبی و خاندانی دشمنی**
- **قبائلی عصبیت اور گروہ بندی**
- **نظریات کا بھانک ٹکراؤ**
- **مذہبی تعبیرات کی از سرِ نو تشکیل و تعبیر**

کا مجموعہ تھی۔

اس عمل کے نتیجے میں:

- اُموی دَور کی ہر علامت اور مظہر کو سیاسی طور پر مشکوک سمجھا گیا
- اُمویوں سے متعلقہ ہر چھاپ اور ہر لیبل کو چُن چُن کر نابود کیا گیا
- اُموی خاندان سے منسوب تحریری مواد کو دانستہ طور پر مٹایا گیا
- سابقہ عَہد کی تاریخ، روایت اور یادداشت کو کڑے انداز میں **سیاسی چھانٹ** کا نشانہ بنایا گیا
- اُموی بیانیہ، امویوں کے سرکاری دستاویزات، خطوط، یادداشتیں حتیٰ کہ مصاحف تک بھی
- عباسی اَعیان کی نگاہ میں ایک **"سیاسی خطرہ"** بن گئے تھے
- اِس نئی عباسی ریاست نے مذہب کی آڑ میں **اپنی سرکاری تاریخ** کو خود مرتب کرنا شروع کر دیا

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ **ہر انقلابی کایا پلٹ میں سب سے پہلا نشانہ، تحریری وِرثہ ہی بنتا ہے**، کیونکہ تحریر اور متون ہی، سابقہ اِقتدار کی سب سے مضبوط گواہی کہلاتی ہے!

اسی پسِ منظر میں یہ کہنا غیر علمی نہیں کہ:

اُموی عہد کے مصاحف، روایات، خطوط اور تحریری متون کا بہت بڑا سرمایہ، اِس انقلابی کایا پلٹ اور سیاسی تقاضوں کے تحت حذف ہو گیا یا کر دیا گیا۔

مرکزی ریاست کا دیر سے قیام (۲)

اسلام کے ابتدائی عشروں میں جس ریاست کا تصور پیش کیا جاتا ہے، وہ حقیقت میں:

- بکھرے ہُوئے نیم قبائلی صوبے یا غیر منظم اکائیوں کا مجموعہ تھی
- کوئی مضبوط مرکزی بیوروکریسی موجود نہ تھی
- کوئی ایسی انجمن یا ادارہ نہیں تھا جہاں کچھ لکھا پڑھا جا سکے
- نہ ہی آرکائیوز، دفاتر اور دستاویزی روایت کا باقاعدہ نظام قائم ہو سکا تھا

جب ریاستی ڈھانچہ اور سیاسی ماحول ہی غیر مستحکم ہو، تو ظاہر ہے، زبانی چلن میں **تحریر کا تحفظ ایک ثانوی بلکہ غیر متعلق معاملہ** بن جاتا ہے!

Oral ابتدائی دَور کی بنیادی فضاء کا زبانی/شفہی ہونا (۳)

ابتدائی اسلامی معاشرہ فطری اور بنیادی طور پر:

- زبانی ثقافت
- کہا سُنی حکایت
- خطابت پر زور
- تقریر سے مانوس
- یادداشت پر بھروسہ
- قصہ گوئی
- قصیدہ خوانی

کا عادی تھا۔

لکھت پڑھت اور تحریری عہد و پیمان:

- صرف محدود طبقے تک تھی
- نہ عام رواج رکھتی تھی
- نہ ہی مذہبی مواد کو محفوظ رکھنے کا اولین اور معتبر ذریعہ سمجھی جاتی تھی

اسی لیے روایت، تاریخ اور مذہبی بیانات **نسل در نسل، عوام کی زبانِ قال کے ذریعے منتقل ہوتے رہے**، جس میں تغیر، اضافہ، حذف، سقوط اور نزاع ایک بالکل قدرتی انجام تھا۔

انسانی حافظہ کبھی بھی نہ تو معصوم ہوتا ہے، نہ خطاء سے پاک ہوتا ہے اور نہ فوٹو گرافک ہوتا ہے!

Cognitive Psychology جدید علمِ نفسیات کے مطابق:

- **selective یادداشت منتخب ہوتی ہے**
- **distortion وقت کے ساتھ تحریف و تغیر ایک لازمی امر ہے**
- **context ہر بیان، سیاق کے ساتھ تبدیل ہوجاتا ہے**

عباسی دَور میں بیانیے کی یکساں سازی (۴)

جب عباسی ریاست مضبوط و مستحکم ہوئی تو اس کے ساتھ ہی:

- مذہبی بیانیے کو **یکساں** بنانے کی بڑے پیمانے پر کوششیں شروع ہوئیں
- وہ متون، روایات اور بیانات جو
- نئے سرکاری بیانیے سے مطابقت نہیں رکھتے تھے
- **مسترد اور ناقابلِ اعتبار** سمجھے گئے

عین ممکن ہے کہ: بہت سارا ایسا مواد جو عباسی نظریاتی فریم میں فٹ نہیں بیٹھتا تھا، دانستہ طور پر تلف کر دیا گیا ہو۔

مذہبی تقدیس و تبریک کا بتدریج اضافہ — بہت دیر بعد (۵)

چند صدیوں بعد جب اسلامی متون پر:

- رفعتِ شان کے لئے تقدس کا ہالہ بُنا گیا
- اس کو ناقابل سوال حیثیت دِلائی گئی
- اور اسے الٰہی قطعیت اور الہامی حتمیت سے نوازا گیا

مگر، افسوس کہ اس وقت تک:

- (فرسٹ ہینڈ) یعنی صدرِ اول کے جو کچھ باقی ماندہ متون تھے وہ سب ضائع ہو چکے تھے
- ابتدائی تحریری شہادتیں ناپید اور معدوم ہو چکی تھیں
- اور جو کچھ رہا سہا تھا وہ، بعد کے کاپی کاروں یا بے سمجھے نقل کرنے والوں کے دست بُرد میں تھا

وائے افسوس کہ: **بچے کھچے مواد پر تقدس کا رنگ تب چڑھا، جب اصل مواد ضائع ہو چکا تھا۔**

دورِ جدید کے ماہرین و محققین کی اجتماعی رائے

جدید تاریخ نویسی اور متن شناسی کے میدان میں کام کرنے والے بیشتر محققین اس حتمی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

- **Autograph** اسلامی روایت کے بنیادی **آٹو گراف** متون، پائے ہی نہیں جاتے
- ہمارے پاس موجود جو مواد ہے وہ محض
- بعد کی صدیوں میں ترمیم و تشکیل شدہ مضامین و مسودات ہیں!
- ابتدائی صدیوں کی تاریخی خاموشی غیر معمولی بھی ہے اور معنی خیز بھی

عباسی دَور کی روایات اور سیرت نگاری، عہدِ نبوت، عہدِ خلفائے راشدین اور صدرِ اوّل کی براہِ راست نمائندگی نہیں کرتی!

سیرت و روایات میں بعد کے اضافے ایک سلسلہ وار اور فاش حقیقت ہیں۔ اسی صورتِ حال کو علمی دنیا میں:

"ابتدائے اسلام کے مخطوطات و مسودات کی مجموعی غیر موجودگی کا سنگین بحران" کہا جاتا ہے۔

(The Severe Crisis of Early Islamic Documentary Absence)

نتیجہ: ناگزیر علمی مضمرات

اس پوری تاریخی تصویر سے چند بے اختیارانہ نتائج برآمد ہوتے ہیں:

ابتدائی اسلامی روایت کا تسلسل، براہِ راست، مستند اور معتبر تحریری بنیاد پر قائم نہیں .1

جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے اس کا بیشتر حصہ، صدیوں بعد کی سرکاری اور سیاسی ضرورتوں کی تدوینی پیداوار ہے۔ .2

صدرِ اوّل کے بارے میں ہمارے مذہبی تصورات و اعتقادات بڑی حد تک عباسیوں کے سیاسی اور ذاتی بیانیوں کی مرہونِ منت ہیں۔ .3

جدید علم اور تاریخی تحقیقات کے سامنے موروثی روایات کے اسلامی دعوے، کسی بھی مضبوط اور مستحکم زمین پر نہیں ٹھہرتے۔ .4

آخری نکتہ:

یہی اختلال اور اسی بحران کے سبب ہم مجبور ہیں کہ:

اسلامی روایت کا مطالعہ **تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی منہج** پر کریں، نا کہ **محض موروثی، تقدیسی اور تائیدی طریقِ کار** پر؟

ابتدائی سیرت و مغازی کی تشکیل اور اُس کے ساتھ درپیش مسائل

تمہید:

اسلامی ذہنیت اور روایتی اعتقادی ڈھانچے کا سارا دارو مدار **سیرت اور مغازی** پر ہے۔

مسلمانوں میں نبی کی زندگی، جنگوں، معاہدوں، معاشرتی معاملات اور مذہبی احکامات کا بڑا حصہ، اِنہی روایات سے ماخوذ ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ حیرت انگیز حقیقت یہ ہے کہ:

نہ ابن اسحاق کی "سیرۃ رسولِ اللہ" کا کوئی ابتدائی اصلی نسخہ ہمارے پاس ہے، نہ واقدی کی کتاب المغازی کا، نہ ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ کا کوئی اوّلین قلمی مسوّدہ۔

اور یہ نقص و کوتاہی محض اتفاق یا حادثہ نہیں — بلکہ ہر چیز پر حاوی ہو جانے والی یہ گھنگھور خاموشی، اپنے آپ میں ایک سنگین اور تکلیف دہ تاریخی سوال ہے کہ:

آغازِ اسلام کے اوّلین، سب سے مقدّم اور قابلِ ترجیح بیانیات کی اصل ہیئت اور درست تصویر آخر تھی کیا؟

ا۔ سیرت اور مغازی — مروّجہ اسلام کے بیانیے کی ریڑھ کی ہڈی

سیرت و مغازی کی روایت وہ اساسِ اول ہے جس سے:

- نبی کی شخصیت
- نبی کے والدین اور خاندان
- نبی کے خانگی احوال
- نبی کی ازواج اور اولاد
- مکہ میں دعوتِ اسلامی کے تیرہ برس
- نبی کے معجزات
- غزوات و سرایا
- نبی کی ہجرت
- وحی سے متعلق قصے
- صحابہ کی حکایات
- مدینہ کے معاہدے
- یہود کے ساتھ تصادم

- کفّار کے ساتھ جنگی مراحل
- احکام اور شرعیات کے اسبابِ نزول

سب کچھ اخذ کیے جاتے ہیں۔۔۔لیکن علمی دنیا کے سامنے پیش آنے والی سب سے پیچیدہ گتھی یہ ہے کہ:

"پورا بیانیہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں بنائے گئے قلمی ماخذات کی بیساکھیوں پر کھڑا ہے، اس ضمن میں پہلی صدی کی کوئی بھی تحریر سرے سے موجود نہیں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کے زمانے یا اس کے فوراً بعد لکھی گئی کوئی ایسی دستاویز پائی ہی نہیں جاتی جس پر اصل اسلامی بیانیے کی عمارت کو اُستوار کیا جا سکے۔

ابتدائی سیرت و مغازی واقعی کوئی تاریخی روایت یا محض از سرِ نَو تخلیق؟

(Early Sīra and Maghāzī: Real Transmission or Reconstruction)

موروثی اسلامی تاریخ میں محمد بن اسحاق کو عموماً **"سیرۃ رسولِ اللہ کا مؤسسِ اوّل"** قرار دیا جاتا ہے، مگر یہ نسبت خود کئی بنیادی اور وزنی سوالات کو جنم دیتی ہے۔

جب ان سوالات کو

ایک ساتھ رکھا جائے تو یہ پورا مواد محض روایت نہیں بلکہ **بعد ازاں تشکیل دیے گئے بیانیے** یعنی کنسٹرکٹیڈ نیریٹیو کی صورت اختیار کر لیتا ہے!

محمد بن اسحاق بن یسار — صرف ایک نام، مگر اس سے منسوبہ اصل متن، ندارد (1)

یہ حقیقت جدید علمی دنیا میں تقریباً متفق علیہ ہے کہ:

- کا **"سیرۃ رسولِ اللہ"** محمد بن اسحاق کی تصنیف تھی

مگر اس کا کوئی اصل، ابتدائی یا ہم عصر مخطوطہ دنیا میں موجود نہیں۔

- ابن اسحاق کا متن ہمیں براہِ راست نہیں، بلکہ ہمیشہ **بالواسطہ** ملا ہے

جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ درج ذیل صورتوں تک محدود ہے:

- ابن ہشام کے ذریعے **ترمیم و تبدیل شدہ، مختصر اور منتخب کردہ متن**
- بعد کے مختلف راویوں کی روایت کردہ تحریریں
- ایسے اجزاء جو پہلے حذف کیے گئے، پھر نئے اسلوب اور نئے اضافی مواد کے ساتھ دوبارہ شامل کیے گئے

یہ صورتِ حال بذاتِ خود اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ:

ہم دراصل "ابن اسحاق کی آٹوگراف سیرت" نہیں پڑھتے،

بلکہ بعد کے زمانوں کی از سرِ تشکیل یافتہ سیرت پڑھتے ہیں!

ابن اسحاق پر قدیم اعتراضات — محض بعد کی تنقید نہیں (2)

اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابن اسحاق پر اعتراضات بعد کے محدثین کی سخت گیری کا نتیجہ تھے، حالانکہ سچائی یہ ہے کہ:

- تابعین اور اوائل کے راویوں نے بھی اس پر سخت اعتراضات جتائے ہیں
- اس پر درجِ ذیل الزامات عائد کیے گئے:
  - اپنی طرف سے روایت گھڑنے
  - اسرائیلیات کو بلا تنقیح شامل کرنے

- غیر مصدقہ اور عوامی کہانیوں پر اعتماد کرنے

یہ اعتراضات اس قدر سنجیدہ تھے کہ: ابن اسحاق کے اصل متن کا غائب ہو جانا، **محض اتفاقی حادثہ نہیں لگتا،**

بلکہ ایک **انتخابی تاریخی عمل** (selective survival) کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے!

ابن ہشام—اصل تاریخ کی تدوین یا باقاعدہ تشکیلِ نو؟ (3)

ابن ہشام کی **"السیرۃ النبویۃ"** کے نام سے آج جو کچھ بھی معروف اور متداول ہے، وہ دراصل

- عباسی دَور میں
- عباسی ریاست کی فکری اور سیاسی سرپرستی کے تحت
- ابن ہشام کے ذریعے باظابطہ طور پر مرتب کردہ متن ہے

خود ابن ہشام نے بڑی دیانت داری سے اعتراف کیا ہے کہ اُس نے "

- غیر مناسب اور غیر مہذب" حکایات کو حذف کر دیا"
- قبیح، فحش اور ناپسندیدہ باتوں کو نکال دیا
- اشعار و ابیات کی ایک بڑی تعداد کو مٹا دیا
- کئی مقامات کو نئے سرے سے اپنے اسلوب میں مرتب کیا

یہ سب اقدامات جدید فنِ متن شناسی کی اصطلاح میں Textual Criticism

Redaction, Editing, and Ideological Filtering

یعنی یہ محض نقل نہیں بلکہ **از سرِ نو تشکیل** کہلاتے ہیں۔

یہاں کلیدی نوعیت کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ: جب اصل متن ہی غائب ہو،

اور موجودہ متن، اعترافی طور پر ترمیم شدہ ہو، تو اسے تاریخی حقیقت کا اصل آئینہ دار آخر کس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے؟

واقدی کی "المغازی"—مصدر یا مسئلہ؟ (4)

محمد بن عمر الواقدی کی کتاب المغازی کو عموماً:

- جنگی روایات کا سب سے بڑا ماٰخذ و مرجع
- اور سیرت کے عسکری اور فوجی پہلوؤں کی بنیاد سمجھا جاتا ہے،

مگر حقیقت یہ ہے کہ:

- محدثین کی اکثریت نے واقدی کو
  - ضعیف
  - غیر معتبر
  - اور بعض نے تو صریحاً جھوٹ گھڑنے والا قرار دیا ہے

یہاں بھی اہم اور دشوار مسئلہ یہ ہے کہ:

- واقدی کی اصل کتاب کا بھی

- **کوئی ابتدائی یا ہم عصر مسوّدہ پایا نہیں جاتا**

موجودہ نسخے:
- یا تو پانچویں صدی ہجری کے نقل شدہ ہیں
- یا پھر انیسویں صدی میں ترمیم و ترتیبِ نَو شدہ ایڈیشنس ہیں

چنانچہ جب **بنیاد بودی اور بے جان ہو** تو اس پر کھڑی کی گئی تاریخ کی پوری عمارت ہی متزلزل ہو جاتی ہے!

عباسی ریاست اور سیرت و مغازی کا سیاسی سانچہ (5)

جب عباسی خلافت پائیدار ہوئی تب:
- ایک منظم مذہبی اور نظریاتی بیانیہ تشکیل دیا گیا
- خلافت کے جواز، غلبہ و اقتدار اور توسیع پسندانہ عزائم کی تائید کے لیے
- ایک "موزوں اور لائقِ حال نبی" کی تاریخی تصویر درکار تھی

اِنہی حالات و اسباب کے تحت **سیرت اور مغازی** میں ایک ایسی شخصیت اُبھرتی ہے جو:
- لڑاکا اور بہادر
- فتح مند اور غلبہ پانے والا
- اصول و ضوابط وضع کرنے والا
- اور نئی ریاست کی بنیاد رکھنے والا

یہ تصویر، جبکہ:

دوسری صدی ہجری سے پہلے کے یہودی، عیسائی اور دیگر معاصر غیر اسلامی ریکارڈز میں، اس انداز و الفاظ میں موجود نہیں۔ یہ فرق واضح اشارہ دیتا ہے کہ:
- سیرت اور مغازی کا بڑا حصہ

عباسی دور کی سرکاری اور **بیانیاتی ضرورتوں** کے تحت از سرِ نو مرتب ہُوا ہے!

ابتدائی صدی کا خاموش خلاء—کیا واقعی کوئی سیرت موجود تھی بھی؟ (6)

نبی کے زمانے اور اس کے فوراً بعد:
- نہ کوئی باقاعدہ سیرت و سوانح قلمبند ہُوئی
- نہ اُن کی زندگی کے اَحوال و کوائف لکھے گئے
- نہ غزوات کے روزنامچے محفوظ ہوئے
- نہ کسی نے جنگوں اور فتوحات کا سالنامہ لکھا
- نہ کسی صحابی کا کوئی تحریری مسوّدہ ملا
- نہ کسی سرکاری دفتر نے تاریخ مرتب کی

پہلی صدی ہجری کا یہ **قلمی سکوت** اس حقیقت کا سخن چیں ہے کہ:

ابتدائی زمانے کا اسلامی بیانیہ اصل میں زبانِ قال پر تھا،

جسے صدیوں بعد سیاسی اور سرکاری تقاضوں کے تحت ایک مجوّزہ تحریری قالب میں باقاعدہ ڈھالا گیا۔

اور یہ ایک معروف تاریخی اصول ہے کہ: زبانی روایت، جب سیاسی اور اعتقادی مقاصد سے جڑ جائے تو، وہ تاریخ کم اور تقدس زیادہ پیدا کرتی ہے!

داخلی تضادات— تاریخی نہیں بلکہ بیانیاتی متن ہے (7)

Page | 53

سیرت اور مغازی کے متون میں:

- زمانی بے ربطگیاں
- جغرافیائی مسائل
- ایک ہی واقعے کی مختلف صورتیں
- غیر حقیقی جنگی اَعداد
- معجزاتی بیانیوں کی بھرمار

یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ: یہ متون، جدید تاریخی شعور کے مطابق نہیں، بلکہ ایک **عقیدتی، حکایتی اور وقت کے سیاسی بیانیے** کا حصہ ہیں!

نتیجہ: "تشکیلِ نو" کا واضح نقش

مندرجہ بالا تمام اسباب اور عِلل ایک ہی سمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ:

- سیرت اور مغازی کوئی محفوظ شدہ تاریخ نہیں
- Reconstruction بلکہ صدیوں پر محیط **تشکیلِ نو** کا ماحصل ہے۔ جن میں:
  - انتخاب
  - حذف
  - اضافہ
  - تغیر
  - ترمیم

کے علاوہ نظریاتی ہم آہنگی کا گہرا عنصر شامل ہے۔

اسی لیے ان متون کو: **براہِ راست تاریخی شہادت** نہیں، بلکہ **بعد کے اَدوار کی مذہبی اور سیاسی تعبیر** کے طور پر پڑھنا استباطی اور علمی دیانت کا تقاضا ہے!

۸۔ جدید علمی دنیا کا اتفاقِ رائے

جدید محققین کی بڑی تعداد اس بات پر متفق ہے کہ:

1. سیرت اور مغازی کا ابتدائی اصل متن **موجود نہیں**
2. موجودہ نسخے **عباسی دور کی تدوین و تالیف** کا ماحصل ہیں
3. تاریخی نبی کی اصل شخصیت کا تعین ان روایات سے کرنا **ممکن ہی نہیں**
4. یہ کتابیں تاریخی وثاقت اور پختگی سے کہیں زیادہ **اعتقاداتی بیانیہ** پیش کرتی ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ سیرت کے بارے میں جدید علمی گفتگو کا محوری نکتہ یہ ہے کہ، **سیرت اور مغازی کوئی تاریخ نہیں— بلکہ تاریخ کا ایک مذہبی سانچہ ہے!**

۹۔ نتیجہ

سیرت اور مغازی کے مجموعے:

- اپنے اصل مآخذ سے محروم
- داخلی تضادات و تناقضات سے بھرے ہُوئے
- سیاسی رنگ اور سلطنتی امور کی آمیزش کے حامل
- بعد کے زمانے کی تدوین کا نتیجہ
- اور تاریخ کی کسوٹی پر یکسر غیر مستند

نظر آتے ہے۔

ابتدائی اسلامی دَور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اِن روایات پر انحصار کرنا ایسا ہے جیسے **"صدیوں بعد لکھی گئی داستان کو چشم دید شہادت سمجھ لیا جائے"**۔

یہی بنیادی وجہ ہے کہ جدید علمی دنیا ان متون کا مطالعہ **تنقیدی منہج** پر کرتی ہے۔

حدیثی روایت کی تدوین اور اس کے تاریخی مسائل و مشکلات

تمہید:

اسلامی روایت میں حدیث کو دِین کی تشریح، قرآن کی وضاحت، اور شریعت کے عملی خاکے کی اساس سمجھا جاتا ہے۔ لیکن تاریخ کے بے رحم حقائق کچھ اور ہی منظر دِکھاتے ہیں:

- **نہ نبی کے زمانے میں کوئی حدیثی مجموعہ لکھا گیا**
- **نہ صحابہ کے دور میں کوئی منظم اور مدوّن کتاب وجود میں آئی**
- **نہ تابعین کے زمانے میں کوئی باقاعدہ مرتب ذخیرہ محفوظ ہوا**

حدیث کی اصل روایتی تدوین شروع ہی **دوسری اور تیسری صدی ہجری** میں ہُوئی ہے،

یعنی نبی کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو تا دو سو برس کے فاصلے پر۔ یہ زمانی فاصلہ بذاتِ خود حدیثی مواد کی تاریخی حیثیت کو سخت سوالات کے کٹہرے میں کھڑا کر دیتا ہے!

ا۔ اوّلین ڈیڑھ صدی — خاموشی، انتشار اور زبانی کہانیاں باتیں

نبی کے زمانے میں:

- نبی نے حدیث لکھوانے سے منع کیا (بعض روایات کے مطابق)
- صحابہ نے روایتوں کو تحریری شکل میں محفوظ نہیں کیا
- کسی حکومتی دفتر نے ان روایتوں کو مرتب کرنے کا نظام قائم نہیں کیا

تابعین کے دور میں:

- روایتیں زبانِ قال سے ہی پھیلتی رہیں
- راوی، اپنی فہم اور یادداشت کے مطابق الفاظ میں رد و بدل کرتے رہے
- مختلف علاقوں میں مختلف بیانیے رائج ہوتے گئے

اس انتشار اور بدنظمی کے سبب:

پہلی صدی ہجری کی کوئی مستند حدیثی کتاب وجود میں نہیں آسکی۔ یہ کمی اور کوتاہی محض حادثہ نہیں تھا بلکہ اس پورے زبانی کلچر کا لازمی اور قدرتی انجام تھا!

۲۔ راویوں کا بحران — شخصیتیں، طبقات، اور تضادات

حدیث کی بنیاد در حقیقت اُس کے راویوں پر ہے۔ مگر راویوں کے بارے میں جو معلومات سامنے آتے ہیں وہ نہایت پیچیدہ اور دِقّت طلب ہیں:

- **راویوں کے حالاتِ زندگی دوسری صدی کے بعد مرتب کیے گئے**
- **اُن کی دیانت و صداقت کے فیصلے دو صدی بعد آنے والے محدثین نے کیے**
- **"ایک ہی راوی کو بعض علماء "سچا" کہتے ہیں اور بعض "جھوٹا**
- **متعدد راویان، سیاسی اور فقہی وابستگیوں سے متاثر بھی تھے**

یہاں ایک کلیدی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: **جب راویوں کی سیرت، خصلت اور باطنی حالت کا تعین ہی صدیوں بعد ہُوا ہو** **

**** تو کیا اُن پر اعتماد کرتے ہوئے نبی کی اصل سرگذشتِ زندگی تک پہنچا جاسکتا ہے بھلا؟**

۳۔ روایتوں کا سیاسی استحصال — اُموی اور عباسی دَور کے رسوخ و اثرات

اُموی اور عباسی اَدوار میں روایت سازی: جاہ و اقتدار کی خدمت و معاونت میں مذہبی بیانیے

اسلامی تاریخ کے ابتدائی سیاسی اَدوار کا سنجیدہ مطالعہ اِس حقیقت کو سامنے لاتا ہے کہ روایت (Hadith / Narrative) محض مذہبی اظہار کا ذریعہ نہیں رہی، بلکہ اسے عملاً اقتدار کے استحکام اور سیاسی جواز کے لیے استعمال کِیا گیا۔ اُموی اور عباسی دونوں اَدوار میں روایت سازی کے رجحانات واضح طور پر مختلف، مگر مقصد و منشاء کے اعتبار سے بالکل یکساں تھے۔

اُموی دَور (41ھ–132ھ): اقتدار کی توجیہ اور موروثیت کا دفاع

اُموی حکمرانوں کو سب سے بڑا چیلنج یہ درپیش تھا کہ خلافتِ راشدہ کے شورائی اور انتخابی تصور کو موروثی بادشاہت میں تبدیل کرنے کا کوئی شرعی اور اخلاقی جواز نکالا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے روایتوں اور فضائل کا ایک مخصوص ذخیرہ تشکیل دیا گیا، جس میں نمایاں طور پر درجِ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- **موروثی خلافت کا شرعی جواز**

ایسی روایتیں فروغ دی گئیں جن سے یہ تاثر دیا جاسکے کہ حکومت کا ایک خاندان میں منتقل ہونا فطری، جائز اور خدائی منشاء کے عین مطابق ہے۔

- **ملکِ شام کی عظمت و فضیلت**

- **چونکہ اُموی اقتدار کا مرکز دمشق تھا، اس لیے شام کی سرزمین، اس کے باشندوں اور وہاں کے لشکروں کے فضائل و مناقب پر مبنی روایتیں عام کی گئیں، تاکہ سیاسی مرکز کو مذہبی تقدس مآبی حاصل رہے۔**

- **اُموی خاندان سے اُنس و محبت کے فضائل**

بنواُمیہ سے قربت، ان کی اطاعت اور ان کے خلاف خروج کو فتنہ اور گمراہی کے طور پر پیش کیا گیا، تاکہ سیاسی مخالفت کو دینی جُرم بنایا جاسکے۔

یہ تمام عناصر اس روِش کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ روایت کو صریحاً ریاستی بیانیے کے طور پر استعمال کِیا گیا، نا کہ محض دینی یادداشت کے طور پر؟

عباسی دَور (132ھ کے بعد): بیانیے کی تبدیلی، مگر مقاصد بالکل وہی

عباسی انقلاب کے بعد منظر نامہ تو بدل گیا، مگر روایت کی سیاسی افادیت ہنوز برقرار رہی۔ چونکہ عباسیوں نے اقتدار، اُمویوں سے چھینا تھا، اس لیے انہیں ایک نئے مذہبی اور اخلاقی جواز کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک دوسرا بیانیہ از سرِ نو تشکیل دیا گیا، جس کی بنیاد درجِ ذیل نکات پر رکھی گئی:

- **اہلِ بیت کے فضائل و مناقب**

اہلِ بیت سے وابستگی کو دینداری اور حق پسندی کی علامت بنا کر پیش کیا گیا، اور عباسیوں نے خود کو اسی نسبت کا اکلوتا وارث ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

- **عباسی خلافت کی شرعی برتری**
- **ایسی روایتیں اور تفسیری تعبیرات سامنے آئیں جن میں عباسی اقتدار کو اُمویوں کے مقابلے میں زیادہ حق پر، زیادہ شرعی اور زیادہ قربِ نبوی کا حامل بتایا گیا۔**
- **اُمویوں کی مذمت اور اُن پر ملامت**

اُموی دَور کو ظلم، جبر، فسق، فجور اور انحراف سے تعبیر کیا گیا، تاکہ سابقہ اقتدار کی اخلاقی ساکھ مکمل طور پر ختم کی جاسکے۔

- **نبی کے نسب کا سیاسی استحصال**
- **رسول کے نسب، خاندان اور قرابت کو سیاسی مشروعیت یعنی پولیٹیکل لیجیٹی میسی کے لئے استعمال کیا گیا، یہاں تک کہ یہ انتساب ایک روحانی رشتہ کم اور جاہ و اقتدار کے**
- **حصول کا آلہ زیادہ بن گیا۔**

محدثین کا انتخاب یا ان کی چھانٹی—ایک غیر معصوم انسانی عمل

محدثین نے:

- لاکھوں روایتیں جمع کیں
- پھر ان میں سے بڑی تعداد کو من گھڑت قرار دیا
- صرف چند ہزار روایتوں کو قبول کیا

یہ سوال اٹھتا ہے:

اگر نبی سے لاکھوں باتیں منسوب کی جاسکتی تھیں،**

** تو قبول شدہ روایتوں پر کامل اعتماد آخر کس اساس پر ہُوا؟

محدثین کا ذاتی فیصلہ:

- ان کا اپنا وِجدان اور کاان اپنا ذوقِ نقد
- ان کے اپنے دَور کے فکری رجحانات
- ان کی اپنی فطری رغبت اور مسلکی میلانات
- ان کے اپنے سیاسی ماحول اور مُلکی تدابیر

سے متاثر تھا۔

یہی وجہ ہے کہ متعدد محدثین کے مجموعوں میں:

- **کثیر اختلاف**
- **مختلف الفاظ میں روایتیں**
- **ایک دوسرے کی تردید**
- **متضاد مواد**

واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۵۔ الفاظ کا بدل جانا—روایت سے درایت تک کا خلاء

حدیث کی سب سے بڑی الجھن اور اس کا مخمصہ یہ ہے کہ اس میں:

نبی کے اپنے الفاظ محفوظ ہی نہیں، نہ تو لکھت میں نہ آواز میں

بلکہ حدیث راویوں کا بیان کردہ "خلاصہ یا مفہوم" ہے۔۔۔ حدیث روایت کرتے وقت:

- راوی، اپنے حافظے سے اپنے ذاتی فہم کے مطابق اپنے الفاظ کو استعمال کرتا ہے
- جس سے یقینی طور پر معنی بدل جاتے
- ضمیروں کے مراجع واضح نہیں رہتے اور
- تاریخی پسِ منظر اوجھل ہو جاتا
- اس صورتحال کو محدثین "بالمعنی روایت" کہتے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ، یہ ایک ایسا روایتی ذخیرہ ہے جس میں

اصل واقعات و کیفیات کا آئینہ کم * اور راویوں کے اپنے ذہن و حافظے کا عکس زیادہ ہے!**

۶۔ حدیثوں کے مجموعے—دیر سے مرتب، اور تدوین میں انسانی دخل اندازی کی بہتات

اہم ترین مجموعے:

- جامعِ بخاری (تدوین تقریباً ۲۳۰–۲۵۰ ہجری)
- جامعِ مسلم
- سُننِ اربعہ
- موطا (موجودہ نسخہ اصل آٹوگراف کا بالکل بھی عکاس نہیں)

یہ سب نبی کے زمانے سے:

کم از کم دو سو برس کے عرصے پر وقت کی سیاسی سرپرستیوں کے زیرِ اثر مرتب ہوئے۔

کیا اتنے عرصے تک زبانی روایتیں محفوظ رہ سکتی تھیں؟ **انسانی تاریخ تو اس دعوے کی کوئی عملی مثال پیش نہیں کرتی**۔ اسی لئے جدید علمی دنیا بجا طور پر یہ سوال اٹھاتی ہے کہ:

کیا یہ روایتیں نبی کی اصل زندگی کے حقیقی آثار و نقوش کو ہم تک پہنچا پائی ہیں یا یہ سب، بعد کے اَدوار کی مذہبی تشکیل کا ثمرہ ہیں؟

۷۔ حدیث میں داخلی تضاد—تاریخی اور عقلی دشواریاں

ذخیرۂ حدیث میں:

- وقت اور علاقہ کے تعین میں مسائل

- راویوں کے نام میں اختلاف
- متون میں واضح تضادات
- واقعات کی من مانی جزئیات
- معجزاتی اور فوق الفطرت عناصر
- غیر معقول ہدایات و احکامات
- زمینی و تاریخی واقعات سے عدمِ مطابقت

یہ سب اس بات کی غمّاز ہیں کہ: ذخیرۂ حدیث بجا طور پر ایک "مذہبی بیانیہ" ہے، نا کہ کوئی معتبر تاریخی دستاویز؟

۸۔ جدید علمی دنیا میں حدیث — ایک تنقیدی مطالعہ

دنیا بھر کے جدید محققین اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ:

1. حدیث کی تدوین بہت دیر سے ہُوئی
2. نبی کے زمانے کی کوئی بھی تحریری روایت محفوظ نہیں تھی
3. راویوں کی سیرت و احوال کو بہت بعد میں تخمیناً وضع کِیا گیا
4. بعد کے زمانوں کے سیاسی ماحول اور ملکی تدابیر نے روایتوں کے مواد کو سخت متاثر کیا
5. حدیث میں کوئی تاریخی وحدتِ شہادت نہیں، بلکہ بیاناتی تنوع پایا جاتا ہے
6. یہ مجموعے اعتقادی فضائل کے لئے تو مفید ہو سکتے ہیں، مگر ان سے تاریخی توثیق ہر گز نہیں ہوتی

اسی لئے جدید علمی تحقیق میں حدیث کو: **محض ایک مذہبی روایت سمجھا جاتا ہے، تاریخ کا آئینہ دار کوئی دستاویز نہیں!**

۹۔ نتیجہ

حدیثی روایت کی پوری عمارت:

- زبانی ابلاغ
- سیاسی اثرات
- انسانی انتخاب
- تاخیری تدوین
- داخلی تضادات

کی بنیاد پر کھڑی ہے۔

اس کا تحقیقی مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ: **حدیث "نبی کی اصل آواز یا قول" نہیں**، بلکہ صدیوں بعد راویوں سے سُن کر ترتیب دِیا جانے والا ایک مذہبی اور فقہی بیانیہ ہے!

سرکاری سرپرستی میں بیانیے کی تشکیل کے لئے عباسی خلفاء نے:

- محدثین کو نقد عطیے اور وظیفے دِیے
- فقہاء کو قاضی القضاۃ کے عہدوں سے نوازا
- مؤرخین سے "مطلوبہ تاریخ" لکھوائی

- مفسرین کے ذریعے مخصوص تفسیری رجحانات کو فروغ دیا

اس کے نتیجے میں ایک ایسا **سرکاری مذہبی بیانیہ** تشکیل پایا، جو:

- عباسی خلافت کو "**شرعی طور پر برتر و بہتر**" ثابت کرتا تھا
- سابقہ اُموی دَور کو اخلاقی اور دینی لحاظ سے کمتر اور مشکوک بناتا تھا
- نبی، اہلِ بیت اور شریعت کی ایسی تعبیریں پیش کرتا تھا جو ریاستی مفادات سے ہم آہنگ ہو

علماء کی اکثریت—خاموشی یا مفاہمت

یہ بھی حقیقت ہے کہ:

- بہت سے علما نے **ٹکراؤ کے بجائے مفاہمت** یا سمجھوتے کو ترجیح دی
- دربار سے دُور رہنے کا مطلب، معاشی محرومی، قید یا موت بھی ہو سکتا تھا
- نتیجتاً، اکثر علماء نے یا تو سکوت اختیار کیا، یا صرف ایسے مباحث کو چھیڑا **جو سیاسی طاقت کو چیلنج نہ کرتے ہوں**

اس طرح، اسلام نامی دین، بتدریج: **ریاست کے ہاتھ میں ایک اخلاقی اور قانونی آلہ** بنتا چلا گیا۔

ایسا کہنا پوری طرح **غلط نہ ہو گا** کہ: عہدِ عباسی میں مذہبی علوم کا بہت بڑا حصہ، براہِ راست یا بالواسطہ طور پر **ریاستی اِقتدار، سیاسی مفادات اور شاہی جواز** کے تابع ہو چکا تھا۔

📘 قسط (5)—**عباسی منہجِ تدوین اور مذہبی بیانیے کی تشکیلِ نو**

تمہید:

—عباسی خلافت نے اسلامی تاریخ، حدیث، سیرت، فقہ اور عقائد پر جو انمٹ نقوش ڈالے، وہ فقط سیاسی نہیں تھے، بلکہ فکری، مذہبی، علمی، اعتقادی اور تہذیبی بھی تھے۔

اسلام کی وہ شکل جو آج دنیا بھر میں رائج ہے، اس کے اصل حُلیے اور بنیادی خدّ و خال کو **عباسی عہد** میں تراشا اور سنوارا گیا ہے!

اسی دورانیہ میں:

- قرآن کی قراءتوں کو سرکاری شکل دی گئی
- سیرت کو مکمل طور پر نیا قالب دیا گیا
- احادیث کا انتخاب اور سرکاری تصفیہ ہُوا
- فقہی مکاتب کی پیدائش ہُوئی
- عقائد کے نظام کو مرتب اور منظم کیا گیا
- سیاسی نظریات اور سرکاری ضرورتوں پر مذہبی رنگ چڑھایا گیا
- الغرض، ایک ہمہ گیر اور ہر چیز پر حاوی ایک مذہبی ڈھانچہ معرضِ وجود میں آ گیا

یوں، عباسی دَور، اسلامی فکر کے لئے ایک **تاریخی سنگِ میل اور نشانِ راہ** بن گیا، جس کے بغیر آج کا مروّجہ اسلام قابل تصوّر ہی نہیں!

۱۔ عباسی انقلاب—صرف سیاسی تبدیلی نہیں بلکہ ایک نظریاتی تجویز، فکری منصوبہ اور عملی کارنامہ تھا

عباسیوں کی اُمویوں پر فتح و فیروزمندی، محض حکومت و اقتدار کی منتقلی نہ تھی،

بلکہ ایک پورے تہذیبی اور مذہبی بیانیے کی تبدیلی تھی۔

عباسیوں کے سامنے تین بڑے چیلنج تھے:

1. **اپنی سیاسی حکمرانی کو مذہبی جواز فراہم کرنا**
2. **اُموی دَور کے ریکارڈز اور بیانیوں کو نیست و نابود کرنا، اور**
3. **ایک ایسی نئی مذہبی شناخت قائم کرنا جو پوری اُمّت کو اپنے پیچھے لے آئے**

اِن چیلنجز کا مقابلہ صرف سیاسی کوششوں سے نہیں ہو سکتا تھا۔

بلکہ، اس کے لئے ایک مضبوط اور ناقابلِ شکست **مذہبی خاکہ** بے حد ضروری تھا۔

چنانچہ انہوں نے: ایک "**نیا مذہبی سانچہ**" تیار کرنے کا عزم کر لیا۔

۲۔ عباسیوں کا مقصد—مذہبی اتھارٹی کے اصل محور کو اپنے ہاتھ میں لے لینا

اسلامی روایت میں سب سے بڑی قوت:

- اللہ
- رسول
- کتاب
- امت

یہ چار بنیادی قوتیں ہیں۔

عباسی خلفاء اپنی نیرنگ حکمتِ عملی کی بنا پر ان چاروں قوتوں کو اپنے نئے مذہبی سانچے کے اندر ڈھالنے میں کامیاب ہو گئے:

- **اللہ کا تصور ← مطلق مقتدر، حکمران کے فیصلوں کا حامی**
- **رسول کا تصور ← سیاسی رہبر، جنگجو، فاتح، شارع**
- **کتاب کا تصور ←، سرکاری مصحف کی سرکاری مجوّزہ قراءت**
- **اُمت کا تصور ← سیاسی مرکز کے ماتحت، ایک خلافت کی ضرورت**

اس غیر معمولی منصوبے کے تحت: **مذہبی اختیارات، سرکاری ریاست کے ہاتھوں میں مرکوز کر دیے گئے۔**

اور، آخرِ کار، مُرَوّجہ دینِ اسلام، سیاسی نظام و دستور کا اٹوٹ حصہ بن گیا!

۳۔ سیرت اور تاریخ کی نئی تشکیل—عباسی نظریاتی ورکشاپ

عَہدِ عباسی میں:

- ابن ہشام نے ابن اسحاق کا متن "صاف" کیا
- طبری نے تاریخ کو نئے انداز میں مرتب کیا
- قبائل کی روایات کو چھانا گیا
- نبی کی سیرت کو ریاستی ضرورتوں کے مطابق ایک نئے روپ میں سنوارا گیا

یہ سب "بیانیاتی تشکیلِ نو" کے مظاہر ہیں۔۔۔ قرائن و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- **نبی کو ایک "فاتح حکمران" کے طور پر پیش کیا گیا**

- **جنگوں، معاہدوں، اور فتوحات کے واقعات کو بڑھا چڑھا یا گیا**
- **ہزاروں معجزات اور کرامات کو شاملِ سیرت کِیا گیا**
- **سیاسی دشمنوں (یہود، منافقین، خارجیوں) کی اصل تصویر کو مسخ کیا گیا**
- **اسلام کو ایک عسکری اور سیاسی تحریک کے طور پر اُجاگر کیا گیا**

عباسیوں کی پیش کردہ یہ تصویر، پہلی صدی کے غیر مسلم ماخذات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ الغرض، یہ کوئی **تاریخی ریکارڈ نہیں، بلکہ عباسیوں کی خود ساختہ تشکیل و تعبیر** ہے!

۴۔ حدیث کی تدوین — عباسی ریاست کا سب سے طاقتور ہتھیار

حدیث کی وسیع و عریض تدوین اسی دور میں ہوئی۔

اس کے پیچھے تین بڑے محرّکات اور عزائم کارفرما تھے:

- ✔ **فقہی اختلافات کو ختم کرنا**
- ✔ **مذہبی وحدت کو قائم اور اُستوار کرنا**
- ✔ **ریاستی نظریات کو شرعی جواز دِلانا**

اِن عظیم مقاصد کے لئے:

- لاکھوں روایتیں جمع کی گئیں
- پھر لاکھوں ہی مسترد بھی کردی گئیں
- محدثین نے اپنے اصول خود اپنے طور پر وضع کیے
- اور آخرِ کار چند مجموعے منتخب ہوگئے

حدیث کو کچھ اس طرح تراشا گیا کہ:

- **خلیفہ کی اطاعت "دینی حکم" بن گئی**
- **جہاد اور فتوحات کی مذہبی توجیہ قائم ہو گئی**
- **مخالف سیاسی گروہوں کے خلاف احادیث تیار کی گئیں**
- **سنی اور شیعہ بیانیے علیحدہ کر دیے گئے**

اس طرح حدیث صرف مذہبی نہیں، بلکہ **سیاسی اوزار اور آلۂ کار بھی بن گئی!**

۵۔ فقہ کی تدوین — مسلکی دھارے اور عباسی پالیسیاں

عباسی دور میں:

- حنفی۔ نعمان بن ثابت
- مالکی۔ مالک بن انس
- شافعی۔ محمد بن ادریس
- حنبلی۔ احمد بن حنبل

جیسے فقہاء کے فقہی اور نظریاتی مکاتب اُبھر آئے۔ لیکن ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ: **ان کے فقہی رجحانات کا بیشتر حصہ، خلفائے عباسیہ کی پالیسیوں کی جانب پھسلتا چلا گیا۔**

اس کی مثالیں:

- حدود و تعزیرات
- اِرتداد
- جہاد/قتال
- غلامی
- جزیہ
- سیاسی اطاعت
- باغیوں کا قتل

یہ تمام حدود و قوانین ریاستی تقاضوں کے تحت تشکیل پائے۔ مطلب یہ کہ **سیاست نے فقہ کو تشکیل دیا، پھر اسی فقہ نے ریاست کو مضبوط کیا!**

۶۔ عقائد کا نظام — علم الکلام اور نظریاتی تنظیمِ نَو

عباسی دَور میں عقائد کے دو بڑے دھارے بنے:

- **معتزلہ (عقل پرست)**
- **اہلِ حدیث (نقل پرست)**

معتزلہ نے:

- قرآن کو مخلوق کہا
- خدا کے عدل و عقل پر زور دیا

اہلِ حدیث نے:

- خدا کی صفات کو ظاہری معنوں میں لیا
- روایت کو عقل پر ترجیح دی

یہ کشمکش عباسی دَور کا سب سے بڑا نظریاتی معرکہ تھی۔

آخر کار ریاست نے اہلِ حدیث کے بیانیے کو ترجیح دی۔ اور یوں، **سنی عقائد کی سرکاری شکل وجود میں آئی۔**

۷۔ عباسی نسبت — "اللہ، رسول، کتاب، امت" سب ریاستی بیانیے کے تابع تھے

عباسی حکمتِ عملی یہ تھی کہ:

- اللہ ← خلافت کے فیصلوں کی تائید
- رسول ← سیاسی رہبری کا نمونہ
- کتاب ← سرکار کا معیاری مصحف
- امت ← عباسی مرکزیت کی تابعدار

اس طرح سرکاری ریاست، مذہبی تقدس کی حامل ہو گئی۔

اسلامی تاریخ میں پہلی مرتبہ: **ریاست دین کی تابع نہیں، بلکہ ریاست کو دین کی تعبیر کا مرکز بنایا گیا۔**

بالآخر یہی وہ نقطۂ پرکار ہے جہاں سے **"مروّجہ اسلام"** کی اصل صورت اُبھر کر سامنے آئی!

۸۔ علومِ اسلامیہ کی اکثریت — عباسی دَور کی فصلِ بہار

قرآن کی قراءت

تفسیر

حدیث

فقہ

اصولِ فقہ

عقائد

تصوف

لغت

بلاغت

ان علوم کی باقاعدہ تدوین عباسیوں کی زیرِ سرپرستی ہُوئی۔

یعنی: ** اسلام کی وہ ہیئتی عمارت، جو آج ہمارے سامنے ہے، اس کے بنیادی پیل پایوں کی تعمیر عباسیوں نے خود کروائی۔

پہلی صدی کا اسلام — اگر واقعی کوئی منظم صورت رکھتا بھی تھا، تو حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم تک پہنچا ہی نہیں۔

اور آج جو کچھ اور جیسا کچھ پہنچا ہے، وہ دراصل **عباسیوں کی رائج کردہ تہذیبی اور مذہبی تشکیل** کی لہلہاتی کھیتی ہے!

۹۔ نتیجہ عباسی دورانیہ:

- اسلامی تاریخ کا سب سے زیادہ تشکیل پذیر دَور ہے
- دین کے مربوط بیانیوں کی بنیادی ساخت و پرداخت اسی دَور میں ہُوئی
- حدیث، سیرت، فقہ، عقائد سب اسی کے نہج اور فکری سانچے میں ڈھلے
- سیاسی مقاصد و عزائم نے مذہبی تعبیرات پر بڑا گہرا اثر ڈالا
- اور مآلِ کار، سرکاری ریاست نے خود کو دِین کی مطلق اتھارٹی منوالیا

نتیجہ یہ کہ: ** اسلام کی موجودہ صورت **"نزولی"** نہیں، بلکہ **"تاریخ کی ایک منصوبہ بند تشکیل"** ہے، اور اس تشکیل میں دولتِ عباسیہ کا کردار قطعی اور فیصلہ کُن رہا!

📘 **قسط (6) — قرآنی متون اور قراء توں کی تاریخ: نزولی مصحف سے عباسی معیار تک**

تمہید:

قرآن، مسلمانوں کے نزدیک اللہ کا محفوظ ترین اور آخری کلام سمجھا جاتا ہے۔

لیکن جب اس کے تاریخی اور کتابتی سفر کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ:

قرآن کی اوّلین تحریری صورت کیا تھی — کسی کو نہیں معلوم۔ ✔

سب سے پہلا مصحف کس شکل میں تھا — کسی کو نہیں معلوم۔ ✔

کتنے متن گردش میں تھے — اس بارے میں شدید تضادات موجود۔ ✔

قراءتیں کیسے وجود میں آئیں — تاریخ اس پر پوری طرح خاموش۔ ✔

سرکاری مصحف کب اور کیسے تشکیل پایا — روایات مبہم اور گول مول۔ ✔

موجودہ قراءتوں کا معیار کس نے قائم کیا — اس پر بھی شدید اختلافِ رائے۔ ✔

ان اشکالات پر غور کرنے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کے متن کی تاریخ، ایک متحرک، پیچیدہ اور طویل ارتقائی انسانی عمل کا ماحصل ہے،

نا کہ "23 برس میں یکبارگی نازل ہو کر محفوظ ہو جانے" کا روایتی اور موروثی دعویٰ؟

عباسی دَور میں، جب اسلامی روایت کے تمام بڑے ستون، جیسے سیرت، مغازی، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور تاریخ، ریاستی سرپرستیوں میں باقاعدہ طور پر منظم اور معیاری یعنی کینونائزڈ کیے جا رہے تھے، اور جب خود قرآنی متن ابھی تک حتمی طور پر منجمد یعنی ٹیکسٹولی فروزن بھی نہیں ہُوا تھا، تو یہ ماننا تاریخی اور منہجی طور پر قرینِ قیاس ہے کہ **مدنی مجموعے میں محدود مگر سرکاری مقصد برآری کے تحت تدوینی مداخلت لازماً کی گئی ہو۔**

اس امکان کو رد کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی مضبوط آثاری اور تاریخی رکاوٹ موجود نہیں، کیونکہ:

- ہمارے پاس **کوئی پری عبایڈ مکمل مصحف** محفوظ ہی نہیں؛ pre-Abbasid
- اور نہ ہی کوئی ایسا "اَن کنٹسٹیڈ بیس لائن ٹیکسٹ" موجود ہے جس سے موجودہ متن کا تقابل و موازنہ کر کے یہ ثابت کِیا جا سکے کہ کیا اصل تھا اور کیا بعد میں شامل یا خارج ہُوا۔

جب کوئی اصل معیار "بیس لائن" موجود ہی نہ ہو، تو یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ **<u>عباسی دَور میں مطلق اختیار اور بیانیہ رکھنے والی قوت سے باز پُرس آخر کرتا کون؟</u>**

ایسے حالات میں یہ کہنا کہ مدنی "کارپوس" بالکل غیر متأثر اور ناقابلِ مداخلت رہا، محض ایک اعتقادی مفروضہ تو ہو سکتا ہے، مگر تاریخی تحقیق کی رو سے ایک ثابت شدہ حقیقت نہیں!

اسی تناظر میں، مدنی حصوں میں بعض کلیدی مقامات پر — مثلاً لفظ **"محمد"** کے محدود اور ہدفی اضافے — کو عباسی دور کی تدوینی حکمتِ عملی سے جوڑ کر دیکھنا **تاریخی طور پر جائز ہے۔**

اگر یہ تاریخی طور پر تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے مصحف کو سرکاری حیثیت دِلانے کے لیے دیگر تمام متوازی قلمی نسخوں کو طاقت کے زور پر ختم کرا دیا تھا، تو یہ سوال بالکل بجا ہے کہ عباسی، جو کہ سیاسی اقتدار، ریاستی نظم، نظریاتی شعور اور بیانیاتی قوت میں عَہدِ عثمانی سے کہیں زیادہ مضبوط اور مطلق العنان تھے، آخر کیوں مدنی مجموعے میں مقصدی اور محدود تدوینی مداخلت نہ کر سکتے تھے؟ خصوصاً اس صورت میں جبکہ عباسی دَور سے پہلے قرآن کسی متفق علیہ، منجمد اور ناقابلِ اختلاف حتمی شکل میں موجود ہی نہیں تھا، اور اُموی دَور کے مصاحف کو عباسی اشرافیہ نہ صرف مشکوک بلکہ اپنی نئی سلطنت کے لیے ایک سیاسی خطرہ بھی سمجھتی تھی؛ یہی وہ پسِ منظر ہے جس میں مَدنی سورتوں — خصوصاً انفال، توبہ، محمد، ممتحنہ، نساء اور مائدہ — کا جب داخلی متنی مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ مکی مجموعے سے اسلوب، زبان، موضوعات اور فکری تناؤ کے اعتبار سے نمایاں طور پر مختلف دکھائی دیتی ہیں، کیونکہ ان میں خطاب، فردِ واحد سے زیادہ ایک منظم جماعت سے ہے، اخلاقی دعوت کے بجائے قانونی احکام، جنگ و امن کے ضوابط، داخلی دشمنوں کی نشاندہی، سیاسی وفاداریوں کی تعیین، سماجی نظم، طاقت کے استعمال کی توجیہ، اور ریاستی بالادستی جیسے مضامین، کثرت سے پائے جاتے ہیں، ان کی زبان میں قطعیت، سختی اور امتیاز کی شدت ہے، جملوں کی ساخت زیادہ حکمی اور ضابطہ ساز ہے، اور لہجہ ایک ایسی برسرِ اقتدار جماعت کا معلوم ہوتا ہے جو اپنے اقتدار کو محفوظ، جائز اور وُسعت دینے کے مرحلے میں ہو؛ اگرچہ اس امکان کے حق میں کوئی واحد، قطعی اور براہِ راست دستاویزی ثبوت فی الحال دستیاب نہیں، تاہم تاریخی قرائن، سیاسی سیاق، متنی فرق، اور عباسی دَور میں مذہبی روایت کے بڑے ستونوں کی منظم تخلیق، اس اِمکانیہ کو علمی سطح پر نہ

صرف قابلِ غور بلکہ سنجیدہ تحقیق کے لائق بنا دیتی ہے، اور یہی وہ نکتہ ہے جہاں سوال، محض عقیدت سے نکل کر تاریخ، متن اور سیاست کے باہمی تعلق پر مرکوز و محکم ہو جاتا ہے!

۱۔ قرآن کے ابتدائی متون کا بحران — پہلی صدی کی تاریخی طور پر مکمل خاموشی

اسلام کی پہلی صدی میں:

- کوئی سیرت موجود نہیں
- کوئی حدیثی مجموعہ موجود نہیں
- کوئی تفسیر موجود نہیں
- اور انتہائی حیرت انگیز طور پر **کوئی مکمل قرآن بھی موجود نہیں**

جو قدیم ترین نسخے آج دنیا کے مختلف میوزیمس یعنی سمرقند، استنبول، قاہرہ، دمشق، بغداد وغیرہ میں موجود ہیں، وہ:

- **دوسری صدی ہجری کے بعد کے**

یا پھر

- **جزوی طور پر باقی رہ جانے والے ٹکڑے یا پارچے ہیں**

مثال کے طور پر:

- صنعاء کا قلمی دو تحریری متن والا مسوّدہ
- طوبنجن کے غیر مربوط اَجزاء
- پیرس اور سینٹ پیٹرس برگ کے متفرق اَوراق
- برمنگھم کا دو ورقیہ مخطوطہ

یہ سب، نہ صرف **نامکمل** ہیں بلکہ **قراءتی اور متنی فروق و اختلافات** کے حامل بھی ہیں۔

یہ زمینی حقیقت اُس تصوراتی عقیدے کو نہایت کمزور کر دیتی ہے کہ:

"قرآن ایک مکمل، مدون اور یکسانی شکل میں نبی کے زمانے سے چلتا ہُوا اللہ کی حفاظتِ خاص کے زیرِ سایہ آج ہم تک پہنچا ہے۔"

۲۔ صحابہ کے مصاحف — متنی اختلافات کی گہری جڑیں

قدیم اسلامی روایت خود یہ بتاتی ہے کہ:

- ✓ **ابنِ مسعود کا مصحف**
- ✓ **اُبیّ بن کعب کا مصحف**
- ✓ **سالم مولیٰ ابو حذیفہ کا مصحف**
- ✓ **معاذ بن جبل کا مصحف**
- ✓ **خدیجہ اور فاطمہ کے صحیفے**
- ✓ **حفصہ بنتِ عمر کا مصحف**

یہ سب آپس میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔

اِن اختلافات میں:

- الفاظ کا فرق
- جملوں کا فرق
- آیتوں کی تعداد میں فرق
- آیتوں کی ترتیب میں اختلاف
- سورتوں کی تعداد، ان کے ناموں اور ان کی صف بندی میں فرق
- دعائے قنوت جیسے متن کا قرآن کا حصہ کہلوانا، وغیرہ

یہ سب شامل تھے۔ مثلاً:

- **ابن مسعود نے "فاتحہ" اور "تین قُل" کو سورۃ نہیں مانا**
- **اُبَیّ بن کعب کے مصحف میں دو اضافی دعائیں موجود تھیں**
- **بعض مصاحف کی ترتیب آج کے مصحف کے مغائر تھی**

ان اختلافات کو بعد میں اگرچیکہ "بڑے پیمانے" پر مٹا دینے کی کوششیں ہوئیں، مگر علمی دنیا کے نزدیک **یہ اختلافات، قرآن کی ابتدائی تاریخ کا حقیقی چہرہ ہیں!**

۳۔ عثمانی مصحف — سرکاری تدوین یا سرکاری یکسانیت؟

قدیم روایات میں آتا ہے کہ:

"عثمان نے تمام مصاحف کو جلا کر ایک سرکاری متن نافذ کیا۔"

چند اہم نکات:

یہ عمل کسی وحی کا نتیجہ نہیں بلکہ وقت کے خلیفہ کا سیاسی اور ذاتی فیصلہ تھا۔ (۱)

یہ متن بغیر اِعراب اور نقطوں کے تھا — یعنی پڑھنے کے بے شمار امکانات اور مجالات اس میں موجود تھے۔ (۲)

عثمانی مصحف کہلانے والا کوئی بھی اوّلین نسخہ آج کہیں بھی موجود نہیں۔ (۳)

ہمیں جو کچھ ملتا ہے وہ:

- دوسری صدی کے آخر میں تیار کیے گئے قلمی نسخے
- یا بعد کے خوشنویسوں کے ہاتھوں مکتوب نسخے

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ: **"عثمانی مصحف" محض ایک سیاسی اتحاد کا ذریعہ تھا، نا کہ متنِ قرآنی کا آخری اور الہامی معیار؟**

۴۔ رسمِ قرآنی — بے ہمزہ، غیر منقوط اور بلا اعراب تھی۔ اسی لئے بے شمار قراءتیں وجود میں آئیں

عثمانی مصحف کا سب سے بڑا مخمصہ یہ تھا کہ:

- ✔ **اس میں نقطے نہیں تھے**
- ✔ **حرکات و اِعراب نہیں تھیں**
- ✔ **ہمزہ، تشدید، مد، امالہ نہیں تھے**
- ✔ **علاماتِ رموزِ اوقاف تو بہت بعد میں ایجاد ہو کر شاملِ قرآن ہوئے**

اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی "رسم" سے دس، بیس، تیس مختلف قراءتیں نکل سکتی تھیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ: **قرآتوں کی پوری عمارت اسی بے نقط "رسم" کی مختلف قراءتوں پر کھڑی ہے۔**

چھوٹی سی مثال:

- "تَقْتُلُونَ"
- "يُقْتَلُونَ"
- "تُقْتَلُ"
- "نَقْتُلُ"
- "يُقَاتِلُ"
- "نُقَاتِلُ"
- "يُقَاتِلُونَ"

یہ سب ایک ہی "رسم" سے نکلتے ہیں، لیکن معنی، حکم اور مفہوم میں بالکل جداگانہ ہوتے ہیں۔ یہ *محمصہ* قرآن کے "**واحد الہامی متن**" ہونے کے دعوے کو سخت مشکل بنا دیتا ہے!

۵۔ قراءتوں کی تاریخ — انتشارِ کثیر سے معیارِ واحد تک

روایتی دعویٰ ہے کہ:

"قراءتیں "**تواتر**" کے ساتھ منتقل ہوئیں۔"

لیکن زمینی اور تاریخی سچائی یہ ہے:

پہلی دو صدیوں میں قراءتیں بے شمار تھیں ✔

ہر شہر کی اپنی قراءت تھی ✔

قاری اپنے استاد کی بے نقط تحریر پڑھتا تھا ✔

لفظی فرق عام تھے ✔

امالہ، فتح، ادغام، ابدال میں شدید تفاوت پایا جاتا تھا ✔

یہ قراءتی پراگندگی اس قدر وسیع اور تشویشناک تھی کہ:

ابو بکر محمد بن حسن ابن مجاہد کے زمانے (یعنی تیسری صدی ہجری تک بھی) کسی متحد اور متعین قراءت کا وجود نہیں تھا!

٦۔ قراءتوں کا سرکاری معیار — ابن مجاہد کا اہم فیصلہ

تیسری صدی ہجری میں ابن مجاہد نے:

- **صرف سات قراءتوں کو "اختیار شدہ" قرار دیا**
- **باقی سب قراءتوں کو باطل، شاذ اور ناقابلِ اعتبار کہا گیا**

یہ انتخاب:

- نہ وحی پر مبنی تھا

- نہ کسی آسمانی رہنمائی پر
- نہ صحابہ کے فیصلے پر

بلکہ:

یہ خالصتاً ایک عام انسانی اور سرکاری انتخاب تھا!

بعد میں، پھر:

- دس قراءتیں، پھر
- بیس طُرق
- اور پھر، چالیس،
- پھر، ستر، حتیٰ کہ دو سو سے زائد طریقے وجود میں آئے۔

یعنی: ** **قرآن کی قراءت کا "حتمی اور قطعی معیار" سراسر ایک بشری ارتقائی عمل کا شاخسانہ ہے، نا کہ کوئی توقیفی یا الہامی حکم؟**

۷۔ عباسی معیار — قرآن کے کورے رسم کو، نحوی قواعد اور اعراب کے ذریعے قراءتوں کی سرکاری تعیین

عباسی دَور میں:

- رسم (خط) کو سرکاری شکل دی گئی
- نحو (قواعد) کو مُدوّن کیا گیا
- اعراب و حرکات کا باضابطہ نظام تشکیل دیا گیا
- لغت کو معیاری/ ٹیکسالی ہیئت دی گئی

سیبویہ، خلیل بن احمد، یونس بن حبیب، ابو خطاب اخفش، عیسیٰ بن عمر جیسے نحویوں نے:

قرآن کی قراءت کے اصول اور ضابطے "وضع" کیے، اور انہی اصولوں کے مطابق قرآن کو پڑھا جانے لگا۔

یعنی:

پہلے کورا متن موجود تھا ✔

پھر قواعد و ضوابط بنائے گئے ✔

پھر اُس کورے متن کو موضوعہ قواعد کے مطابق پڑھا جانے لگا ✔

حالانکہ یہ عمل، برعکس ہونا چاہیئے تھا اگر قرآن واقعی "لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ" میں تھا تو!

۸۔ مصاحف اور قراءتوں کی یکسانیت — محض ظاہری نمونہ، نا کہ تاریخی شہادت؟

آج دنیا میں پھلنے پھولنے والا قرآن:

- ایک سرکاری قراءت (حفص)
- ایک نحوی نظام
- ایک معیاری رسم
- ایک طرزِ نقطہ

- ایک اعراب اور حرکات

پر مبنی ہے۔

لیکن زمینی اور تاریخی حقیقت یہ ہے کہ:

پہلی صدی میں قرآن متعدد شکلوں میں تھا ✔

دوسری صدی میں رسم مختلف علاقوں میں جداگانہ ہوتا گیا ✔

تیسری صدی میں قراءتیں بے شمار بننے لگیں ✔

اور بالآخر، چوتھی صدی میں ریاست نے قراءت کے ایک محک و معیار کو سرکاری سطح پر نافذ کر دیا ✔

یعنی: موجودہ قرآن کی وحدت کوئی آسمانی الہامی وحدت نہیں، بلکہ ریاستی ضرورت کے تحت **ایک سیاسی اور فقہی وحدت** ہے!

۹۔ نتیجہ

قرآن کے رسمی متن اور قراءتوں کی تاریخی صورت حال یہ بتاتی ہے کہ:

قرآن 23 برس میں "یکبارگی" نازل ہونے والی کتاب نہیں ✔

قرآن کے مکی اور مدنی کہلانے والے حصے کئی منزلوں اور مختلف مرحلوں سے لگاتار گزرتے رہے ✔

قرآن کا موجودہ متن ارتقائی، انسانی اور سرکاری تشکیلات کی کلیات ہے ✔

قراءتوں کی بہتات، زبانی روایتوں کی ناگزیر اور لابدی پیداوار ہے ✔

رسم کی غیر منقوط حالت نے بے شمار قراءتوں کو لامحالہ جنم دیا ✔

عباسی عہد نے قرآن کی قراءت کو موجودہ معیاری شکل میں منجمد کر دیا ✔

نتیجہ: مرؤجہ قرآن کوئی حفاظت سے سنبھال کر رکھا ہُوا متن نہیں، بلکہ ایک ایسی تاریخی کتاب ہے جو انسانی تدوین کے طویل مراحل سے گزر کر موجودہ شکل کو پہنچی!

📘 قسط (7) — اسلامی علوم کی تشکیل میں عباسی اثرات: تفسیر، فقہ، عقائد اور لغت

تمہید:

— اسلامی دنیا میں آج جو کچھ "علوم اسلامیہ" کے نام سے معروف ہے

— تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، علمِ کلام، لغت، نحو، بلاغت، سیرت، حدیث، عقائد، تاریخ، علمِ رجال، اِسناد، قراءت، تصوف، فلسفہ، قانون، اقتصاد وغیرہ

یہ سب علوم، ستونوں کی طرح یکجا ہو کر ایک مربوط عمارت کی صورت اختیار کر چکے تھے۔

لیکن جب ان علوم کی **تشکیل** کا مرحلہ وار تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے، تو

ایک تعجب خیز ماہیت سامنے آتی ہے:

اِن تمام علوم کی منظم تدوین تو عباسی دَور میں ہوئی ہے ✔

اِس سے پہلے ان علوم کی کوئی ہیئت سرے سے موجود نہیں تھی ✔

عباسی ریاست نے ان علوم کو اپنے سیاسی مفادات اور مذہبی مقاصد کے لئے تشکیل دلایا ✔

موجودہ اسلامی فکر کا مجوزہ اور منصوبہ بند خاکہ اسی دورانیہ میں تیار ہوا ✔

یوں عباسی دور، اسلامی ذہن کی تخلیق کا وہ مقام ہے جہاں:

اسلام "مذہب سے کہیں زیادہ "نظام" کے طور پر وجود پذیر ہوتا ہے۔"

۱۔ تفسیرِ قرآن — روایت سے ریاست تک

اسلام کے دَورِ اوّلین میں قرآن کی نہ کوئی تفسیر لکھی گئی، نہ کوئی **مفصل تشریح** موجود تھی۔

نہ صحابہ سے باظابطہ طور پر کوئی تفسیر منقول ہے۔

نہ تابعین کے ہاں کوئی **مکمل مجموعہ** تھا۔

تفسیر کی منظم تدوین ہی دراصل **عباسی دور** میں شروع ہوئی۔

اس کی چند نمایاں جھلکیاں:

- **امام ابن جریر الطبری کی تفسیر**

یہ پہلی جامع اور منظم تفسیر ہے۔

یہ تفسیر عباسی فکری سانچے میں ڈھلوا کر لکھی گئی:

- خلافت کی سیاسی تقدیس
- جنگ و قتال کا مذہبی جواز
- اطاعتِ اولوالامر کی "تاویلاتی تشریح"
- یہود و نصاریٰ کے خلاف شدید بیانیہ
- فاتحانہ سیاست کو وحی کی تفسیر کے ذریعے تقدس دینا

طبری سے پہلے کوئی ایسی مفصل تفسیر موجود نہیں تھی۔

- **تفسیر میں اسرائیلیات**

عباسی دور میں تفسیر میں یہودی و عیسائی روایات کی بھرمار شامل ہوئی۔

چونکہ ریاست کو "بیانیاتی قصے اور اساطیری داستانیں" درکار تھیں،

اس لئے تاریخی اور غیر تاریخی، ہر طرح کی روایات کو شاملِ تفسیر کیا گیا۔

- **ریاست کے سرکاری تقاضے**

عباسی خلفاء چاہتے تھے کہ:

- قرآن ان کے سیاسی منشاء کی تائید کرے
- عوام، قرآن کے معنی کو عباسی زاویے سے دیکھیں اور سمجھیں
- مخالفین کے لئے سخت آیات نمایاں کی جائیں
- عباسیوں کی "آسمانی و الہامی حقانیت" کو ثابت کی جائے

یوں تفسیرِ قرآن ایک **سیاسی تفسیر** بن کر سامنے آتی ہے۔

۲۔ فقہ اور اصولِ فقہ — مسلکی تشکیل اور ریاستی ضرورت

—اسلامی فقہ کا جو نظام آج موجود ہے

—نماز کے طریقے، روزے کے احکام، میراث، نکاح، طلاق، حدود، قصاص، جہاد، جزیہ وغیرہ

یہ سب نبی یا صحابہ کا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ **عباسی دور کے فقہی مکاتب** کا کارنامہ ہیں۔

- ✔ **حنفی**
- ✔ **مالکی**
- ✔ **شافعی**
- ✔ **حنبلی**

یہ چاروں مکاتبِ فقہ، عباسی دور میں وجود پا کر پوری طرح منظم ہوئے۔

ان کے دو اصل مقاصد تھے:

(۱) ریاست کے خود مختار قانونی نظام کو مضبوط بنانا

(۲) مذہبی اختلافات ختم کر کے ایک مرکزی فقہ کو ترویج دینا

فقہ کے بڑے اصول:

- اجماع
- قیاس
- استحسان
- مصالحِ مرسلہ
- سدِّ ذرائع

یہ ساری اصطلاحات عباسی عہد میں وجود پا کر باضابطہ وضع کیے گئے!

- **فقہ میں سیاسی اثرات**

- باغیوں کے قتل کے احکام
- خلیفہ کی اطاعت
- جہاد کا تصور
- مرتد کی سزا
- غلامی اور لونڈیوں کے احکام
- جزیہ کے سخت ضوابط

یہ سب فقہی علوم کے اندر **ریاستی نظریے** کا عکس ہیں۔

- **فقہ ایک الہامی نہیں، بلکہ سراسر ایک انسانی تخلیق**

فقہ کی تمام کتابوں میں اختلافات کا طوفان اس بات کی علامت ہے کہ: **"فقہ، اصل میں انسانی اجتہاد ہے، کسی وحی کا پابند نہیں"**۔

<u>۳۔ علمِ کلام—ایمانی عقائد کی باقاعدہ تشکیل</u>

مروجہ اسلام کے بنیادی عقائد:

- تقدیر
- صفاتِ الٰہی
- خلقِ قرآن
- معجزات
- شفاعت
- گناہ و نجات
- عذابِ قبر
- قیامت کے مراحل

یہ تمام عقائد بھی عباسی دور میں باقاعدہ شکل اختیار کرتے ہیں۔

- **معتزلہ**

عقل کو بنیاد بنانا۔

قرآن کو مخلوق ماننا۔

عدلِ الٰہی پر مباحثہ کرنا۔

- **اہلِ حدیث**

روایت کو عقل پر مقدم سمجھنا۔

صفاتِ الٰہی کو ظاہری معنوں میں لینا۔

نوٹ: عباسیوں کے آخری دور میں یہی بیانیہ غالب آیا۔

- **اَشاعرہ**

اِنہوں نے، بعد میں معتزلہ و اہلِ حدیث کے بیچ کا راستہ اختیار کیا۔

عقائد کی اس پوری تشکیل و تالیف میں:

✔ **مذہبی عوامل کم**

✔ **سیاسی عوامل زیادہ**

نظر آتے ہیں۔

۴۔ لغت اور نحو — قرآنی لسان کے دستور و قواعد بہت بعد میں وضع کیے گئے

یہ حقیقت اکثر مسلمان نہیں جانتے کہ:

عربی زبان کے قواعد، قرآن کے نزول کے ساتھ وجود میں نہیں آئے تھے۔"

"بلکہ قرآن کے بہت بعد میں تیار کیے گئے۔

قرآن کی قراءت کے لئے قواعد کو بنایا گیا، نا کہ قواعد کے لئے قرآن نازل ہوا تھا؟

- **نحوی مکاتب**

دو بڑے مکاتب:

- بصری مکتب
- کوفی مکتب

عباسی دَور ہی میں یہ دونوں نحوی مکاتب، عربیت اور فصاحت کی اصل کلید بنے۔

- **سیبویہ**

اس کی تصنیف "**الکتاب**" عربی قواعد کی اصل ُالاصول کہلائی۔ یہ قرآن کے ظہور کے بہت بعد کی علمی کوشش ہے۔

- **خلیل بن احمد الفراہیدی**

علمِ وزن اور عروض کا موَسس اعلیٰ۔ اس نے لغات اور اسالیب کو منضبط کیا۔ واضح رہے کہ اس کی ایجاد کردہ اسالیب کے بغیر قرآن کی تلاوت، قراءت اور تعبیر ممکن نہ تھی!

نتیجہ: لغت، نحو اور قواعد، قرآن کے ساتھ نہیں آئے، بلکہ قرآن کی تعبیر و قراءت کے لئے بہت **بعد میں تیار کیے گئے۔**

<u>۵۔ عباسی منہج—مذہبی علوم کی ایک مربوط ور پیوستہ فیکٹری</u>

عباسی دور میں:

1. تفسیر
2. حدیث
3. فقہ
4. اصولِ فقہ
5. لغت
6. عقائد
7. قراءت
8. بلاغت
9. تاریخ

یہ تمام علوم **ایک ہی فکری اور تدبیری سانچے** میں تشکیل پاتے ہیں۔ اور وہ سانچہ ہے: **"ریاستی مرکزیت + مذہبی تقدیس + سیاسی اطاعت"**

اس سانچے میں ڈھل کر نکلنے والے نتائج میں:

- نبی کا تصور—ایک جنگجو حکمران کی صورت میں
- قرآن کی تعبیر—ریاستی مفادات کے موافق
- حدیث کا انتخاب—سیاسی ضرورتوں کے مطابق
- فقہ کا نظام—خلافت کے استحکام کے لئے
- عقائد کا نظام—سیاسی فرمانبرداری کے لئے

- لغت کے قواعد — قرآن کو "فصیح ترین" جتانے کے لئے

تشکیل پاتے ہیں۔ یوں، عباسی دورانیہ اسلامی علوم کا ایک منظم "**کارخانہ**" بن جاتا ہے۔

٦۔ کیا عَہدِ عباسی کے بغیر موجودہ اسلام کی کوئی شکل و صورت ممکن تھی؟

اکثر جدید ماہرین و محققین کا نمایاں مؤقف یہ ہے کہ:

اسلام سے منسوب کوئی بنیادی شئے، عباسی دور سے پہلے، کسی بھی حتمی شکل میں موجود نہیں تھی۔ ✔

عباسی دور نے علومِ اسلامیہ کا کوئی تکملہ نہیں کیا، بلکہ اصل میں تخلیق کی ہے۔ ✔

ہمارے پاس آج جو اسلام ہے وہ "عباسیوں کا تشکیل کردہ اسلام" ہے، "اصل نزولی اسلام" نہیں۔ ✔

اگر عہدِ عباسی میں وسیع پیمانے پر تدوین، ریاستی سرپرستی، اور مذہبی بیانیے کی منظم تشکیل و تعبیر عمل میں نہ آتی، تو مروّجہ اسلام اپنی موجودہ، ہمہ گیر، منضبط اور تاریخ ساز صورت میں غالباً ہمیں دستیاب نہ ہوتا — جیسا کہ اُسی زمانے کی متعدد مذہبی، سماجی اور فکری تحریکیں تاریخ کے حاشیوں میں گم ہو گئیں۔

٧۔ نتیجہ

اِس قسط کا کلیدی نکتہ یہ ہے کہ:

اسلامی علوم الہامی نہیں — تاریخی ہیں ✔

ان علوم کی مجموعی تشکیل — عباسی دور میں ہوئی ✔

ریاستی سرپرستیوں نے — علمی تشکیل پر لامحالہ اثر ڈالا ✔

مروجہ اسلام کے پورے بیانیے کو — وقت کی سیاسی ضرورتوں کے مطابق ڈھالا گیا ✔

موجودہ اسلامی فکر، در حقیقت — عباسی خلفاء کے علمی منصوبے اور عملی کاوشوں کی پیداوار ہے ✔

— یوں پورا "اسلامی علمی وِرثہ" انسانی کاوشوں اور سیاسی اثرات کی گٹھ جوڑ ہے، نا کہ آسمانی الہامی ہدایت کا نزولی سرچشمہ؟

📘 **قسط (8) — مروّجہ اسلامی بیانیہ: عباسی تشکیل یا نزولی حقیقت؟**

** ایک جامع تنقیدی تجزیہ

تمہید:

— دنیا بھر میں مسلمان آج جس "اسلام" کو اپنی شناخت، ایمان اور مذہبی روایت کے طور پر اختیار کیے بیٹھے ہیں

— نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فقہ، حدیث، سیرت، خلافت، جہاد، شریعت، تفسیر یہ سب کچھ ایک مربوط، منضبط اور باقاعدہ "مذہبی نظام" کا اٹوٹ حصہ ہیں۔

لیکن اس پورے مذہبی نظام کو تاریخ کی بے رحم کسوٹی پر جب پرکھا جاتا ہے تو ایک دل دہلا دینے والا استفسار اُبھر آتا ہے کہ:

❓

کیا یہ مروجہ مذہبی نظام، واقعی وہی ہے جو ساتویں صدی کے عرب میں کبھی "ظاہر" ہوا تھا؟

یا پھر، یہ آٹھویں اور نویں صدی کے عباسی دور کی منصوبہ بند اختراعی تشکیل ہے؟

یہ استفسار محض علمی کھوج کرید نہیں بلکہ اپنے آپ میں تاریخِ اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والا ایک آہنی ہتھوڑا ہے! اِس قسط میں ہم اسی استفسار کا مدلل جائزہ لیں گے۔

١۔ "نزولی اسلام" اور "تاریخی اسلام" — دو جداگانہ سراپے

جدید علمی تحقیق کے مطابق دو الگ الگ "اسلام" پائے جاتے ہیں:

(مزعومہ) نزولی اسلام (ا)

وہ اسلام جو قرآن، اپنے متون میں پیش کرتا ہے، در حقیقت ایک مختصر، بے حد عمومی، مبہم، غامض، غیر منظم اور غیر قانونیاتی متن پر مشتمل ہے۔

پیدائش سے لے کر موت تک مسلمانوں کی زندگی میں رائج جو اعمال و معمولات پائے جاتے ہیں— جیسے عربی نام رکھنا، بچے کے کان میں اذان دینا، ختنہ، عقیقہ، رسمِ بسم اللہ، سلام کرنا، وضو، پنج وقتہ نماز، روزہ، زکات، احرام، حج، زیارت، حجرِ اسود کو چومنا، آبِ زمزم پینا، استنجاء، حجاب، حدیثوں کی پیروی، تین طلاق، معراج کا عقیدہ، داڑھی رکھنا، مونچھ کاٹنا، میلاد، مسواک، عیدین، فطرہ، قربانی، ولیمہ، تراویح، جمعہ کا خطبہ، اقامت، رقیہ، مدارس کا قیام، مساجد کی تعمیر، اذان، امامت، نمازِ جنازہ، غسلِ میت، کفن اور تدفین— ان میں سے کسی ایک عمل کے بارے میں بھی قرآن میں نہ کوئی واضح حکم ہے اور نہ ہی ان کی کوئی عملی صورت، ترتیب یا طریقۂ کار کہیں بیان کیا گیا ہے۔

پیدائش سے تدفین تک مسلمان جو کچھ بھی کرتے ہیں، وہ سب روایت سے ہے، قرآن سے نہیں؛ قرآن اگر واضح اور مکمل ہدایت تھا تو عملی اسلام پورا کا پورا قرآن "کے باہر کیوں بنا؟"

تاریخ کا پیدا کردہ اسلام (۲)

وہ اسلام جو:

- عباسی خلفاء
- فقہاء
- مجتہدین
- مفسرین
- محدثین
- مؤرخین
- نحویین
- اور سیرت و مغازی کے موجدوں نے

250 ہجری سے 500 ہجری کے درمیان پہلے تخلیق کیا، پھر تشکیل دیا۔

یہ اسلام:

- مکمل فقہ اور اس کے اصول رکھتا ہے
- ایک مکمل تفصیلی شریعت رکھتا ہے
- سیرت کا کامل ڈھانچہ رکھتا ہے
- حدیث کی ضخیم کتابیں رکھتا ہے
- تفاسیر کے متعدد مجموعے رکھتا ہے
- عقائد کا مضبوط اور منظبط نظام رکھتا ہے
- اور بالآخر خلافتی سیاست کے سر پر مذہب کے نام کا تاج پہناتا ہے

مطلب یہ کہ: موجودُالوقت مرّوجہ اسلام = دراصل تاریخ کا پیدا کردہ اسلام ہے، ناکہ اصل نزولی اسلام؟"

۲۔ مروّجہ اسلامی نظام کے بنیادی ستون — اور ان کی تاریخی حیثیت

آج کے اسلامی نظام کے اصل ستون اور پیل پائے یہ ہیں:

1. حدیث
2. علمِ رجال
3. تفسیر
4. سیرتِ رسول
5. فقہ
6. اصولِ فقہ
7. تاریخ
8. عقائد
9. علمِ کلام
10. لغت
11. قراءت
12. نحو
13. خلافت اور جہاد کی سیاسی تعبیرات
14. شریعت کا منظم قانونی ڈھانچہ

اب سوال یہ ہے: کیا یہ ستون قرآن کے ساتھ آئے؟ یا اِن ستونوں کو عباسی اَعیانِ سلطنت نے بساطِ وجود بخشا؟

تحقیق کا نتیجہ:

ان میں سے کسی ایک بھی ستون کا اصل مخطوطہ ساتویں صدی سے موجود نہیں ✔

ان ستونوں کی کوئی بھی تفصیل قرآنی متن میں نہیں پائی جاتی ✔

ان میں سے ہر ایک ستون کی باقاعدہ تشکیل خود عَہدِ عباسی میں ہوئی ✔

یہ تمام ستون نزولی نہیں، بلکہ سیاسی سرپرستیوں میں تخلیق کردہ تاریخ کی پیداوار ہیں ✔

۳۔ عباسی دَور: مروّجہ اسلام کی اصل کارگاہ

عباسی ریاست کے سامنے تین بڑے چیلنج تھے:

سیاسی مرکزیت (۱)

مذہبی تقدیس (۲)

عوام پر فکری اور قانونی اعتبار سے مضبوط کنٹرول (۳)

اس مقصد بر آری کے لئے عباسیوں نے:

- قرآن کی مخصوص قراءت کو سرکاری معیار دیا
- حدیث کی تدوین کے نام پر لاکھوں روایات کو پہلے جمع کیا پھر اُن کی چھانٹی کی
- فقہ کے چار مکاتب کو سرکاری اعزاز کے ساتھ شناخت دِلائی
- نحوی قواعد و ضوابط کو باضابطہ ایجاد کیا
- سیرتِ رسول کا از سرِ نَو ایک منظم بیانیہ فریم کیا
- جہاد و قتال کی شرعی تعبیرات اور تاویلات کو وضع کیا
- امیر المؤمنین کو خدا کے نائب کے طور پر پیش کیا
- **اس طرح: "عباسی دربار = علوم اسلامیہ کی سب سے بڑی پالیسی لیبارٹری بن گیا"**

۴۔ کیا قرآن کا نزولی متن عباسی تشکیل کے زیرِ اثر آیا؟

یہ بحث و تمحیص اگرچہ کہ انتہائی حساس نوعیت کی ہے۔ لیکن علمی دیانتداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے کھلے ذہن اور غیر جذباتی انداز میں بیان کیا جائے۔

- **قرآن کا مروجہ مصحف ۲۰۰ ہجری کے بعد معیاری کہلایا ✔**
- **قراءت کی سندیں ۳۰۰ ہجری کے بعد لکھی گئیں ✔**
- **رسم الخط، نقطے، ہمزہ، اعراب، نحوی اصول — سب عباسی دور میں مکمل ہوئے ✔**
- **مکی مجموعہ، لفظِ "محمد" سے یکسر خالی تھا ✔**
- **مدنی مجموعہ میں یہ لفظ دفعتًۃ ۴ جگہ ظاہر ہو جاتا ہے ✔**
- **ابتدائی مخطوطات (صنعاء، پیرسینو، پیٹرس برگ، برمنگھم) میں کئی فروق و اختلافات ہیں ✔**

اس سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ:

جو قرآن آج ہمارے ہاتھ میں ہے کیا یہ اپنی تمام قراءتوں اور اعراب کے ساتھ نزولی دور کی ہُو بہُو نقل ہے — یا پھر عباسی کارستانیوں کا شاہکار؟

اس سوال کا جواب: **"یہ دونوں باتیں کسی حد تک درست بھی ہیں اور نامکمل بھی۔**

"متن کا کچا نقشہ تو قدیم ہی ہے، تاہم اس کی موجودہ شکل و صورت، عباسی تدوینِ نَو کی کارگزاری ہے!

۵۔ مروّجہ اسلامی بیانیے کا "سیاسی اور سرکاری" ہونا — شواہد و قرائن

کئی ٹھوس شواہد اس بات کا سراغ دیتے اور نشان دہی کرتے ہیں کہ:

مروجہ اسلامی بیانیہ = مذہب + سیاست کا دل کش امتزاج ہے

عباسی کارستانیوں کی چند مثالیں:

- **اطاعتِ اولوالامر" کی قرآنی آیت کا سیاسی استعمال" کیا**
- **مرتد کی سزا کو فقہاء نے ریاست کی بقاء و پائیداری کے لئے بنایا**
- **جہاد و قتال کو سلطنت کی توسیع اور گھیراؤ کا مذہبی عنوان دیا**
- **اہلِ ذمہ پر جزیہ کا نظام معاشی اور اقتصادی استحصال کے لئے تھا**
- **نبی کی سیرت و سوانح میں "سیاسی معجزات" کا اضافہ کیا گیا**

بخاری و مسلم کی تدوین سیاسی سرپرستیوں میں ہوئی ●

حدیث میں خلافتِ قریش کا جواز و استحقاق گھڑا گیا ●

عباسیوں نے فاطمی، خوارج، اُموی بیانیوں کو کچل کر اپنی "صداقت و حقانیت" ثابت کی ●

یعنی: "مروجہ اسلام کی مذہبی عمارت کے بنیادی ستونوں کو—سرکاری ضرورتوں کے مطابق اُستوار کیا گیا"!

۶۔ کیا مروجہ اسلام کوئی حقیقت ہے یا محض تاریخ کی تعمیر کردہ عمارت؟

اس سوال کا جواب دو حصوں میں ہے:

مروجہ اسلام، دنیا کی ایک عظیم تہذیبی روایت ہے (۱)

یہ اربوں لوگوں کی شناخت، اخلاقیات، سماجی اَقدار اور تاریخی ورثہ ہے۔ اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن یہ اسلام "نزولی کہے جانے والے قرآن" کا براہِ راست عکس نہیں (۲)

بلکہ:

انسانی کاوشوں ✔

سیاسی حالات و تغیرات ✔

عباسی اَعیان کی درباری پالیسیوں ✔

فقہی اور حدیثی مدارس ✔

ادبی اور لُغوی تدوین ✔

کا لازمی نتیجہ ہے!

۷۔ قسط 8 کا خلاصہ—بنیادی نتائج

مروجہ اسلام کی شکل عباسی دور میں مکمل ہوئی ✔

تمام بنیادی علوم—حدیث، سیرت، فقہ، تفسیر، نحو—اسی دور کی پیدائش ہیں ✔

قرآن کا موجودہ متن "نزولی متن + عباسی تدوین" دونوں کا مرکب اور امتزاج ہے ✔

موجودہ اسلامی بیانیہ الہامی نہیں؛ بلکہ تاریخی اور سیاسی ہے ✔

نزولی اسلام "بہت محدود، مبہم، غامض اور غیر قانونیاتی تھا" ✔

جبکہ، مروجہ اسلام "ایک مکمل اور منظم نظامِ حیات ہے—جو کہ عباسی دور کے خلفاء نے تخلیق کِیا" ✔

فقہائے اسلام نے وقت کے ساتھ ساتھ حدیثوں کے گرد ایسا عقیدتی تصور قائم کر دیا کہ حدیثوں کو بلا تحقیق و تمیز محمدؐ کا قول، محمدؐ کا عمل اور محمدؐ کی تقریر قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ محمدؐ کا قول، محمدؐ کا عمل، محمدؐ کی حدیث، محمدؐ کی اتباع، محمدؐ کی سنت، محمدؐ کی اطاعت، محمدؐ کی سیرت اور محمدؐ کی شریعت جیسے تمام تصورات خود قرآن کے متن میں کہیں بھی موجود نہیں۔ اسی طرح وحیِ خفی، وحیِ مکتوم، شانِ نزول، تواتُر، حدیثِ آحاد، حدیث متواتر، ناسخ و منسوخ، علمُ الرجال اور اجماعِ امت جیسی اصطلاحات بھی قرآن کے پورے متن میں سرے سے ناپید ہیں۔ یہ تمام تعبیرات اور فکری ساختیں بعد کے فقہی، حدیثی اور کلامی نظام کے شاخسانے ہیں، نا کہ قرآنی فکر کا اصل جزو؟ اس حقیقت سے یہ امر نمایاں ہو جاتا ہے کہ اسلامی روایت کا ایک بہت بڑا حصہ براہِ راست قرآن سے نہیں لیا گیا، بلکہ بعد کے انسانی فہم، انسانی تاویلات اور انسانی اعتقادات کی بنا پر تشکیل پایا ہے۔۔۔ یوں ثابت ہو گیا کہ:

مروجہ اسلام، کوئی نزولی حقیقت نہیں ⭐ **بلکہ عباسی دور میں وجود پانے والی ایک ہمہ گیر عمارت کی خوشنما تعمیر ہے!**

📘 **قسط (9) حتمی تنقیدی نتائج اور مستقبل میں مزید تحقیق کے کھلے دروازے**

تمہید:

قرآن، حدیث، سیرت، فقہ اور اسلامی روایت کے بارے میں جو بلند بانگ روایتی دعوے بارہ صدیوں سے دُہرا دیے گئے تھے،

اس تحقیقی مقالے نے اُن سب کو **متنی شواہد، مخطوطاتی حقائق اور تاریخی اصولوں** کی بنیاد پر جانچ پرکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ:

—مروجہ اسلام، در حقیقت ایک تخلیقی، سیاسی اور ادبی تشکیل ہے

کسی "نزولی" نظام کے اصل کی نقل نہیں۔

اس آخری قسط میں ہم یہ دیکھیں گے کہ:

- اس تحقیق کا بنیادی ثمرہ اور حاصل کیا رہا؟
- کِن حقیقتوں پر علمی اتفاق اب ناگزیر ہو چکا ہے؟
- کون سے سوالات اب بھی تحقیق کے متقاضی ہیں؟
- اسلامیات کے مستقبل کا علمی راستہ کس طرف جا رہا ہے؟

۔بنیادی، ناقابلِ انکار اور تحقیقاتی نتائج

یہ مقالہ 9 عدد مضبوط ستونوں پر اُستوار ہے۔ ہر ستون ایک فیصلہ کن منزل تک پہنچاتا ہے۔

قرآن کا (مزعومہ) نزولی ڈھانچہ—نہایت محدود اور غیر تفصیلی (1)

قرآن، جیسا کچھ ہے وہ:

- نہ سیرت مہیا کرتا ہے
- نہ شریعت کا نظام
- نہ نماز کی شکل
- نہ حج کے مناسک
- نہ فقہی احکامات
- نہ خلافت
- نہ حدیث
- نہ کسی بھی نبی کی قابلِ تصدیق تاریخ
- نہ محمد (ابن عبد اللہ) کی موجودہ قرآن سے منسوبیت
- نہ معجزات کی حسی تفاصیل
- نہ صحابہ و تابعین کا تذکرہ

اس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ:

—قرآن، اپنے آپ میں کوئی منظم مذہبی/دینی نظام کی کتاب نہیں تھا، بلکہ خطیبانہ اور شاعرانہ اسلوب میں مسجّع نثر کا ایک علامتی متن تھا۔

لفظ "محمد" کا پورا مسئلہ تاریخی ہے، نزولی نہیں (2)

- مکی قرآن، **لفظ محمد سے پوری طرح خالی ہے**
- مدنی متون میں یہ لفظ چار بار اچانک نمودار ہوتا ہے
- ابتدائی مخطوطات میں چند جگہوں پر یہ لفظ متنازع انداز میں پایا گیا
- متنی تناظر میں دیکھا جائے تو یہ لفظ، معرفہ نام سے **کہیں زیادہ لقب یا وصف** معلوم ہوتا ہے

اس سے علمی طور پر **ممکن** ہو جاتا ہے کہ: **لفظِ محمد کو اسمِ معرفہ کی بجائے بطورِ لقب لیا جائے۔ اور** یہی وہ امکان ہے جو کئی ساری علمی مباحث کے دروازے کھولتا ہے!

حدیث کی کائنات—عباسی دور کا ایک ذہنی معجزہ (3)

حدیث کا پورا نظام:

- سند
- متن
- راوی
- علمِ رجال
- درجہ بندی
- جرح و تعدیل
- شروح

150 ہجری تک موجود ہی نہیں تھا۔

حدیثیں، سیاسی احتیاجات کے تحت:

- خلافت کے نام پر ملوکیت کو جائز ٹھہرانے
- مخالفین و معاندین کا سر کچلنے
- مخصوص فقہی مکاتب کی حمایت کرنے
- رسول کو مثالی حکمران جتانے
- خلافت کو مقدس حیثیت دِلانے

کے لیے بیان کی گئیں۔

** **حدیث در حقیقت = تاریخی خیالات، اخلاقی نصیحتیں، اور سیاسی حکمتیں تھیں،** جنہیں بعد میں "**دینِ متین**" کا درجہ دے دیا گیا!

سیرتِ محمدی—ایک تاریخی داستان ہے، کوئی نزولی حقیقت نہیں (5)

- ابن اسحاق کا اصل متن موجود نہیں
- ابن ہشام کی تصنیف سیاسی مصلحتوں کے تحت مدوّن ہوئی
- اس میں معجزات، جنگیں، مکّہ، مدینہ، سفرِ ہجرت سب کچھ بعد کے اضافے ہیں
- اصل قرآن میں "سیرت محمدی" کا سرے سے کوئی وجود نہیں

—**تلخ نتیجہ**: سیرت، رسول کی زندگی کا آئینہ نہیں، بلکہ مسلمانوں/عباسیوں کی خواہشات کا ادبی لٹریچر ہے!

فقہ اسلامی—ایک سیاسی قانونی فریم ورک (6)

- نہ قرآن میں فقہ ہے
- نہ حدیث اس کی بنیاد ہے
- فتاویٰ اور شریعت ریاستی نظام کے لیے گھڑی گئیں

مثلاً:

- ارتداد کی سزا
- حدِ قذف
- جزیہ کے احکام
- غلامی کے قوانین
- جہاد کی فقہ
- عورتوں کے احکام

یہ سب قرآن میں کہیں بھی نہیں بلکہ:

چاروں فقہی مکاتب کے سیاسی اور تاریخی تناظر میں گھڑے گئے ہیں۔

ابتدائی 150 برس: خاموشی، خلاء، تاریکی، گمشدگیاں (7)

خالص علمی اساس پر تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ:

- ساتویں صدی کی اصل داستان پوری طرح غائب ہے
- نہ بنیادی مخطوطات کی محفوظیت
- نہ معاصر تاریخ کا سراغ
- نہ رسول کی عینی شہادتیں
- نہ جنگوں کا کوئی خارجی ثبوت
- نہ مکہ اور مدینہ کے مادی آثار و نقوش

Dark Zone اسلام کا اصل شروعاتی مرحلہ دراصل ایک "تاریخی سیاہ خانہ" ہے!

نتیجہ: مرّوجہ اسلام—بلاشبہ ایک عظیم تہذیب، مگر ہے ایک انسانی تشکیل (8)

یہ تحقیق، ایسا ہرگز نہیں کہتی کہ اسلام بے معنی ہے یا بے قدر ہے۔ بلکہ زمینی اور تاریخی حقائق کے اعتبار سے، مرّوجہ اسلام، اگرچیکہ انسانی کاوشوں کے سبب ایک عظیم تہذیب بنا۔

مگر اس کا نزولی، الہامی، آسمانی یا ماورائی کہلوایا جانا، مجرد ایک دعویٰ ہے جس کا علمی اور تاریخی اصولوں پر کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا!

مستقبل میں کی جاسکنے والی تحقیق کے دروازے

اس مقالے کے بعد کئی نئے علمی راستے کھلتے ہیں:

(1) قرآن کی اصل زبان کا سوال

کیا قرآن کا اصل متن واقعی عربی تھا یا سریانی لغت اور عربی لسان کا مرکب؟

(2) لفظ "رسول" کا حقیقی مفہوم

کیا قرآن میں "رسول" ایک فرد ہے یا ایک جماعتی کردار؟

(3) لفظِ محمد، بطورِ لقب، نا کہ بطورِ شخصی نام؟

اس تحقیق کو مزید مخطوطاتی شہادت کی ضرورت ہے۔

(4) عباسیوں کے قبل از اسلام سیاست پر اثرات

یہ بھی ایک بحیثیتِ تہذیب، تحقیق طلب موضوع ہے۔

(5) قرآن اور یہودی—سامی ادبیات کا تقابلی مطالعہ

یہ میدان اب کھل چکا ہے اور بڑے بڑے سوال اُٹھائے جا رہے ہیں۔

(6) سیرتِ محمدی — محض ادبی متن یا تاریخی حقیقت؟

سیرت اور مغازی کے متنی ارتقاء پر مکمل تحقیقی مونوگراف درکار ہے۔

(7) حدیث کی تدوین—ایک سیاسی بیانیہ؟

حدیث کے ہر بڑے مجموعے پر نئی علمی تحقیق ہونی چاہیے۔

قسط نمبر 9 کا حتمی خلاصہ ⭐

قرآن اپنی موجودہ شکل میں ارتقائی مراحل سے گزرتا ہُوا تاریخی تدوین اور تالیفی ترتیب کا نتیجہ ہے ✔

حدیث، سیرت، فقہ، تفسیر—سب عباسی دور کی تشکیلیں ہیں ✔

لفظِ "محمد" کے لقب یا وصف ہوسکنے کے قوی امکانات ہیں ✔

مکی مجموعہ اس لفظ کو لیکر پوری طرح خاموش ہے ✔

ابتدائی مخطوطات موجودہ معیاری متن سے متغایر ہیں ✔

اسلام کا عباسی ورژن دنیا کی کامیاب ترین سیاسی تعمیرات میں سے ایک ہے ✔

مذہبی اسلام = انسانی تشکیل ✔

تاریخی اسلام = سیاسی بیانیہ ✔

نزولی اسلام = محدود، مختصر، مبہم اور غامض متن ✔

اب ایک نہایت فیصلہ کُن سوال:

جب اصل مخطوطات موجود نہیں، اور جو مواد دستیاب ہے، وہ 300–500 سال بعد میں لکھا گیا ہے، تو کیا ہم اسے کوئی "تاریخ" کہیں گے؟ یا محض ایک "اعتقاد"؟

کیا اسے "وحیِ الٰہی" کہیں گے؟ یا "فاتح حکمرانوں کا تشکیلی بیانیہ"؟ — کیا یہ کوئی الٰہی دِین ہے؟ یا ریاست کا پروڈکٹ؟

—جو سوالات صدیوں سے دبے ہُوئے تھے یا دبائے گئے تھے، آج مینو اسکرپٹ سائنس نے انہیں پوری طرح کھول کر سامنے رکھ دیا ہے۔

حتمی اور قطعی نتیجہ ⭐ **مروّجہ اسلام کوئی نزولی "وحی" نہیں، بلکہ عہدِ عباسی میں اُبھرنے والی ایک ہمہ گیر تہذیبی، سیاسی فکری منصوبے اور اسی عمل کا نتیجہ ہے!**

(خلاصہ، استنتاج اور علمی اہمیت)

اس تحقیق کے نچوڑ کے بعد جو مجموعی تصویر اُبھر آئی ہے، وہ یہ کہ مروّجہ اسلام کی موجودہ شکل و ہیئت ایک طویل تدوینی، تشکیلی اور بیانیاتی عمل کا لابدی نتیجہ ہے، جس میں

عہدِ عباسی کو قطعی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ قرآن کے قدیم ترین مکمل مخطوطات کی عدم دستیابی، سیرت و مغازی کے اصل متون کا غائب ہونا، حدیثی اور فقہی ذخایر کی بعد ازاں تدوین، اور ابتدائی ڈیڑھ صدی کی نمایاں تاریخی خلاء اور حیرتناک خاموشی—یہ سب ایسے حقائق اور زمینی سچائیاں ہیں جو کسی بھی سنجیدہ محقق کو سوال اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہنا تاریخی طور پر معقول معلوم ہوتا ہے کہ اگر عباسی دور میں وسیع پیمانے پر علمی تداوین، ریاستی سرپرستیاں، اور مذہبی بیانیوں کی منظم تشکیل اور مربوط تعبیر نہ ہوئی ہوتی، تو اسلام اپنی موجودہ، ہمہ گیر، منضبط اور تاریخ ساز صورت میں غالباً ہمیں دستیاب ہی نہ ہوتا—بالکل اُسی طرح جیسے اسی خطے اور دَور کی متعدد مذہبی اور فکری تحریکیں تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہو گئیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنا اسلام کی نفی ہرگز نہیں، بلکہ تاریخ کے فہم و ادراک کی جانب ایک دیانت دارانہ قدم ہے!

اختتامی کلمات – Epilogue

یہ کتاب کسی عقیدے کو توڑنے کی کوشش نہیں، بلکہ تاریخ سے سوال کرنے کی جرأت ہے۔

یہ ایمان چھیننے نہیں، بلکہ عقل کو بیدار کرنے کی دعوت ہے۔

جو روایت سوالوں سے خوف زدہ ہو، وہ سچ نہیں بلکہ طاقت کی تشکیل کہلاتی ہے۔

تاریخ وہ نہیں جو سنائی جائے، بلکہ وہ ہے جو ثبوت سے ثابت ہو۔

جہاں اصل مصادر غائب ہوں، وہاں دعوے عقیدہ تو ہو سکتے ہیں، تاریخ نہیں!

جب مذہب کو تحقیق سے بالاتر کر دیا جائے، تو وہ علم نہیں، کنٹرول بن جاتا ہے۔

یہ تصنیف جواب نہیں دیتی—بلکہ دروازے کھولتی ہے۔

یہ نتائج مسلط نہیں کرتی—بلکہ سوچ کی آزادی واپس دیتی ہے۔

اب فیصلہ قاری کے ہاتھ میں ہے:

کیا وہ سوال کرے گا... یا صرف مان لے گا؟

کیونکہ تاریخ، آخر کار، ایمان سے نہیں—سوال سے آگے بڑھتی ہے!